ARYA MUSAFIR PANDIT DHARAM VEER

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۶۰

1223

حسب الحکم آریہ پرتی ندہی سبھا پنجاب

اوم

# آریہ مسافر

بیادگار دھرم ویر پنڈت لیکھرام جی آریہ مسافر


| جلد ۱۲ | بھادوں سمت ۱۹۶۷ مطابق اگست ۱۹۱۰ء | نمبر ۱۱ |
|---|---|---|


## فہرست مضامین




آریہ پریس جالندھر شہر میں باہتمام لالہ امرناتھ صاحب کھنہ چھپکر شایع ہوا

# ممیرے کا سرمہ

## مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامنر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں میڈیکل کالج کے پروفیسروں۔ نامور ڈاکٹروں۔ والیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یورپین ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سرمہ امراض ذیل کیلئے اکسیر ہے۔ ضعف بصارت۔ تاریکی چشم۔ دھند۔ جالا پڑوال۔ غبار۔ سبل۔ سرخی۔ پھولا۔ ابتدائی موتیا بند۔ ناخنہ۔ پانی جانا۔ خارش وغیرہ معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور ادویہ کے آنکھ کے مریضوں پر اس سرمہ کا استعمال کرتے ہیں چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے اور عینک کے استعمال کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔ بچے سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکساں مفید ہے۔ قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ عام و خاص اس سے فائدہ اٹھا سکیں قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہے مبلغ عہ روپے۔ ممیرے کا سفید سرمہ اعلےٰ قسم فی تولہ تین روپے ہے۔ خالص ممیرہ فی ماشہ بیس روپے۔ خرچ ڈاک بذمہ خریدار

### ان سے بڑھکر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے

(۱) جناب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر صوبہ پنجاب مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۰۶ء کو تحریر فرماتے ہیں۔ میں آج اس شفاخانہ کو دیکھکر بہت خوش ہوا جو سردار میا سنگھ اہلو والیہ کی فیاضی سے قائم ہوا ہے۔ یہ شفاخانہ اہل شہر کیلئے بہت فائدہ مند ثابت ہوا ہے اور باشندگان بٹالہ کو سردار صاحب کا ممنون و مشکور ہونا چاہیئے۔

(۲) میںنے ممیرے کا سرمہ جو سردار میا سنگھ نے تیار کیا ہے ان مریضوں پر کہ جن کی آنکھیں بہت کمزور یا بیمار تھیں استعمال کر کے دیکھا مفید پایا۔ میری رائے میں خاصکر ان مریضوں کیواسطے جن کی آنکھوں سے پانی جاری رہتا ہے اور دھند اور غبار کمزوری نظر ہو یہ سرمہ نہایت مفید ہے۔

راقم ڈاکٹر برج لال گھوش رائے بہادر ایل۔ ایم۔ ایس اسسٹنٹ سرجن و پروفیسر میڈیکل کالج لاہور حال آنریری سرجن گورنر جنرل ہند۔

(۳) جناب سردار صاحب تسلیم! میں نے آپکا ممیرے کا سرمہ استعمال کیا میں تصدیق کرتا ہوں کہ بیشک یہ سرمہ کمزوری چشم کیلئے بہت مفید ہے میری آنکھیں بالکل کمزور تھیں میں لگاتار ایک پہر کام کرنے سے معذور ہو جاتا تھا اب میری یہ کیفیت ہے کہ صرف چار روز کے استعمال سے تین تین پہر بلکہ تمام دن اچھیطرح کام کر سکتا ہوں راقم حافظ میاں خورشید محمد خاں خلف نواب یٰسین محمد خاں صاحب بہادر رئیس اعظم بھوپال

**المشتہر پروفیسر میا سنگھ اہلو والیہ بمقام بٹالہ ضلع گورداسپور (پنجاب)**

# آریہ مسافر

بھادوں سمت ۱۹۹۷ بکرمی

## بھجن

الیشور تم سرو آدھار ہو میری لیجے خبر جلدی سے

(۱) سب کے پتا تمہیں داتا ہو ۔ سارے سکھوں کے داتا ہو
شرن آپ کی جو آتا ہے ۔ اسی کے پالن ہار ہو
میری لیجے خبر جلدی سے

(۲) تم نے ہی رچے پدارتھ سارے ۔ پرتھوی سورج چندر تارے
اور سب کی رکھشا کرنے ہارے ۔ گرو دشٹ سنگھار ہو
میری لیجے خبر جلدی سے

(۳) بد پی رہا دھرم سے نیارا ۔ وشے بھوگ میں کال گذارا
اب تو آپ کا لیا سہارا ۔ گرتوں کے اُٹھانے ہار ہو
میری لیجے خبر جلدی سے

(۴) بھو ساگر سے مجھے بچاؤ ۔ نیا میری پار لنگھاؤ
اس عاجز پر اب تو تم دیا جاؤ ۔ کیوں نہیں سنت پکار ہو
میری لیجے خبر جلدی سے

الیشور تم سرب ادھار ہو میری لیجے خبر جلدی سے

# وہم اُپدیش

اوم واک واک ۔ اوم پرانہ پرانہ ۔ اوم چکشو چکشو ۔ اوم شروترم شروترم اوم نابھی ۔ اوم ہردیم ۔ اوم کنٹھ ۔ اوم شرہ ۔ اوم باہو بھیام یشوبلم ۔ اوم کرتل کر پرشٹھے

وہن ہیں پرماتما جنھوں نے ہمیں بولنے کا آلہ عنایت کیا اگر وہ ہم زبان نہ دیتے تو ہم اپنے دل کا بھاؤ دوسروں پر اچھی طرح کیسے ظاہر کر سکتے؟ ہمارے سکھلانیوالے ہمیں آتما یا اناتما کے وشے میں اُپدیش کر کے ہم کو گیانی بنانے کی خواہش کیسے کرتے اور راج اودیا اندھکار میں پڑے ہوئے منشوں کو اس اندھکار سے نکالنے کے لئے اُپدیشک لوگ تقریریں کیسے کر سکتے اُپدیش کے بغیر منش شریر دھاری پرانی بھی پشو کی مانند رہتا ۔ اس لئے دہن ہیں آدی گورو پرمیشور جنھوں نے منشوں کے اودھار کے لئے اپنی سوبھاؤ کم کرونا سے الفاظ کے بولنے کی طاقت منشوں کو عطا کی ۔ طرح طرح کے ذائقے کس کے ذریعے چکھے جاتے ہیں؟ زبان کے ذریعہ ۔ اگر یہہ جیبھ نہ ہوتی تو چھ رسوں کا سواد لیکر جو ہم لوگ خوش ہوتے ہیں سو کیسے ہوتے؟ پس اس سکھ پراپتی کا ذریعہ بھی جس داتا نے جگدیشور نے دیا ہے وہ دھنیہ ہے! اگر ناسکا (ناک) نہ ہوتی تو طرح طرح کی خوشبوئیں سونگھ کر جو آنند اُٹھاتے ہیں وہ کیسے اُٹھاتے؟ اور بولنے میں انوناسک شبدوں (الفاظ جو ناک میں بولے جاتے ہیں ۔) کے بولنے کا سوندریہ کہاں سے آتا؟ باہر کی ہوا صاف ہو کر پھیپھڑے میں کس طرح آتی؟ (منہ کے راستہ جو ہوا پھیپھڑے میں جاتی ہے وہ شدھ ہو کر نہیں جاتی ۔) ایسا ہی سوانس پر سوانس کے ذریعہ پرانایام کر کے گیان کے پرکاش کے لئے پردوں کو کیسے دور کر سکتے؟ اگر سوانس کے ذریعہ ہوا پھیپھڑے میں نہ پہونچے تو خون صاف نہیں ہوگا اور

پرشواس کے ذریعہ خون کا وکار باہر نہ جائیگا۔ جو زہر بن جائیگا۔ اسلیے دھن ہیں وہ پرم پرش جنہوں نے ہمیں شواس پرشواس وگیر شریر رکھشا کی یوگیتا دی۔

آہا! آنکھوں کے ملنے کا سکھ کیسا ہے۔ اس سکھ کا ٹھیک ٹھیک اندازہ وہ لگا سکتا ہے جسکی آنکھیں بہت مدت تک اچھی رہکر اس کی بدپرہیزی سے بگڑ گئی ہوں۔ دنیا میں ہزار ہا طرح کے نظارے جو ہم دیکھ رہے ہیں رنگا رنگ کے پھول پتے پھل وغیرہ۔ خوبصورت پرندے اور عمدہ عمدہ حیوان ہیرے۔ نیلم وغیرہ قیمتی جواہرات کی جھلک و چمک دمک یہ سب کس کے پرتاپ سے ہیں؟ انہی دو آنکھوں کے سہارے۔ ہم جیو آتما الپگیہ (محدود) ہیں بہت چھوٹے ہیں۔ لیکن اس پرم پتا نے کرپا کر کے جو ہمکو دو آنکھیں عنایت کی ہیں آج ہم انکے سہارے کروڑوں میل دور رہتے ہوئے اپنی پرتھوی سے لاکھوں گنا بڑے روشن کروں۔ تاروں کو آکاش منڈل میں دیکھ رہے ہیں۔ کہاں ہم تچھ آتما اور کہاں ہماری ایسی طاقت! دھنیہ ہیں پرماتما جنہوں نے ہمیں آنکھیں عطا فرما کر ایسا طاقتور بنایا۔ انہیں آنکھوں کے پرتاپ سے تو ہم سرشٹی کو گہری نگاہ سے دیکھکر اس کے مقررہ قاعدوں اور قانون کا پتا لگاتے ہیں اور کئی طرح کی عجیب کاریگری دیکھکر سمجھتے ہیں کہ یہ ساری سرشٹی ایک سرب بیاپک محیط کل۔ ہمہ دان کی بنائی ہوئی ہے! اور ہمیں جو اتنا سکھ اس سرشٹی سے ملتا ہے اس کے لئے پرماتما کی حمد و ثنا گاتے ہیں۔ استتی کرتے کرتے پریم کی ترنگ اٹھتی ہے تب پرم پتا کی آگیاؤں کے پالن کے لئے اپنے کو سمرپن کر دیتے ہیں۔

دونوں کان بھی کیسے عمدہ آلے جیو آتما کو ملے ہیں! میٹھی۔ سریلی آواز کانوں کو کیسی پیاری لگتی ہے۔ اگر یہ کان نہ ہوتے تو ہم اپدیش دینے والوں کا کلام کیسے سن سکتے؟ اور بغیر سننے کے پند و نصائح پر کاربند کیسے ہوتے۔ شکشا کے گرہن کیے بنا گیانی کیسے بنجاتے اور گیانی بنے بغیر اپنے پرم پتا کو کیسے پہچانتے۔ جب بھگوان کا گن کیرتن ہوتا ہے بھگت لوگ

جب پریم بھرے ہردے سے پربھو کی استتی گان کرنے لگتے ہیں تو آنند مے شبد کا چشمہ بہنے لگتا اور کانوں کے ذریعہ یگیا سو لوگ ان شبدونکو گرہن کرتے ہوئے پرپھلت ہو جاتے ہیں۔ یہ آنند کی حالت تو کانوں کی موجودگی میں ہی ہوتی ہے۔ پس وہ داتا دھن ہیں جنہوں نے ہم جیوں کو دو کان دان دئے ہیں۔

نابھی چکر کی رچنا عجیب ہے۔ یوگی لوگ اسی نابھی چکر میں من کو قائم کر کے تمام جسم کی بناوٹ کا علم حاصل کر لیتے ہیں۔ اسی چکر سے سمان وایو چلتا ہوا کھائے ہوئے ان کی رسونکو لیکر ہردے میں پھینکتا ہے اور وہاں انکو خون کی شکل میں تبدیل کرتا ہوا تمام جسم میں پھیلا دیتا ہے۔ دھنیہ ہیں وہ پرماتما جنہوں نے اس نابھی کو بنا کر ہمارے جسموں کو اچھے کاموں کے لائق بنا دیا ہے۔

ہردیہ کی بناوٹ بھی عجیب ہے۔ ہردے کا آلہ برابر کھلتا اور بند ہوتا ہے خراب خون کو پھیپھڑے کیطرف پھینک کر پھیپھڑے میں لگنے والے پران وایو سے اسکو صاف کرا کر پھر اسے ناڑیوں میں پھیلا دیتا ہے۔ اسیطرح اپنے عمل سے جسم کے جملہ حصص کیواسطے صاف خون تیار کرتا ہوا۔ اُن کی پشٹی میں مدد دیتا ہے۔ یہی ہردے من کے رہنے کی جگہہ ہے۔ "ہرت پرتشٹھم یدجرم جوشٹھم تنمے منہ شو سنکلپم استو" یعنی جو ہردے میں قائم رہنیوالا منحرک اور نہائت تیز رفتار ہے وہ من شو سنکلپ ہوئے" جسم کے سب حصوں سے قریب تر من نام انتہ کرن ہی جیو آتما کے پاس ہے اسلئے جیو آتما بھی اسی ہردے میں رہتا ہے۔ رشی بھی یہی فرماتے ہیں کہ:-

"یہہ آتما ہردے میں رہتا ہے"

اسی ہردیہ میں ایک چھوٹا سا اوکاش ایسا ہے جہاں کوئی بھی پراکرت جسم نہیں ہے۔ اوس اوکاش کے چاروں طرف پرکرتی کا گھیرہ اسطرح حلکا پتا ہوا ہے کہ وہ اوکاش کنول کی شکل کا معلوم ہوتا ہے۔ (جیسا کہ لوہے

کی پتلی چادر کو بیچ سے کاٹ کر اس کٹی ہوئی خالی جگہہ کو حروف کی شکل میں دکھلاتے
ہیں) اسی شونیہ ستھان یا (خالی جگہہ) وہہ کا نام بندر رنگ ولشیم ہے
جیو آتما پرکرتی سے الگ ہو کر اسی اوکاش میں برہم کا دھیان کرتا ہوا اُسے پا
لیتا ہے۔ جس برہم میں دیولوک۔ پرتھوی لوک۔ اگنی اور وایو۔ سورج
اور چندرما۔ بجلی نکشتر (منازل قمر) وغیرہ سب مقیم ہیں یا وہ برہم سب
جگہہ بیاپک رہنے کے باعث اس ہردیہ اکاش میں بھی ودیمان ہے
چونکہ جیو آتما پرکرتی سے الگ ہو کر ایشور کا درشن پہلے پہلے اسی ہردیہ کے
اکاش میں مقیم رہتا ہوا اپنے اندر پاتا ہے اس لئے جس نے ایسے عجیب
وغریب ہردیہ دیس کی رچنا کی وہ پرماتما دھن ہے۔
کنٹھ کی بناوٹ بھی ادبھت ہے۔ اسی میں ٹھہرے ہوئے وایو کے
ذریعہ کھایا ہوا ان معدہ میں کھینچا جاتا ہے۔ اچھے گلے کے باعث ہی
عمدہ آواز نکلتی ہے۔ کنٹھ میں سنجم کرنیوالا یوگی کچھ دیر کے لئے بھوک اور پیاس
کو بند کر لیتا ہے اس لئے کنٹھ کا بنانیوالا پرماتما بھی دھنیہ ہے
سر جسم کے لئے ایسا ہے جیسا کہ درخت کے لئے جڑ۔ اس سر کے اندر کئی طرح کی
باریک رگیں ہیں جن کے سہارے آتما طرح طرح کے گیان حاصل کرتا
ہے۔ آنکھ کان۔ ناک۔ زبان کی باریک شرائین مغز سے جا ملی ہیں جب مغز
مضبوط اور بڑھتا رہے تو یہ سب اندریاں بھی مضبوط رہتی ہیں۔ مغز
کی کمی اور کمزوری سے حواس اور شریر کے دیگر اعضا کمزور ہو جاتے ہیں
اس مغز کے اندر کئی کلیں چل رہی ہیں انکا ٹھکانا نہیں ہے ایسے کلا کوشل
سے پورن اور عجیب سر کو جس پرماتما نے بنایا ہے وہ دھنیہ ہے
پرماتما نے دونوں بازوں کو جو یش اور بل کے حصول کا ذریعہ ہیں بنا کر
کیا اُتم آلہ اس جیو آتما کو دیا ہے۔ جس شخص کے بازو کٹ جائیں وہ
کسقدر تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اس لئے اس شریر میں دو بازو کے
بنانیوالے پرماتما دھنیہ ہیں۔
کر یعنی ہاتھ جس میں انگلیاں لگی ہوئی ہیں کیسی کام کی چیز ہے اگر یہ

اسطرح کا بنا ہوا نہ ہوتا۔ اس میں کرتل یعنی ہاتھ کی ہتھیلی اور کرپرشٹھ یعنی ہاتھ کی پیٹھ نہ ہوتی جس سے انگلیاں اچھی طرح نہ سمٹتیں اور نہ پھیلتیں تو ہاتھوں سے چیزوں کو کیسے پکڑ سکتے کیسے لکھ سکتے۔ ٹنڈے ہاتھوں والے آدمی کی کیسی دُردشا ہوتی ہے۔ اس لئے دھنیہ ہے پرماتما جس نے ہمیں کرتل اور کرپرشٹھ دیگر کاموں کے کرنے کے لئے اتنی آسانی عنائت کی اندریہ سپرش منتروں کی نہائت مختصر تشریح ہے۔ بڑے بڑے یوگی منی پربھو کے اپکاروں کا بیان کرتے ہوئے تھک گئے تو ہم تُچھ انسان اُسکے اُپکاروں کو کیا بیان کر سکتے ہیں۔ پربھو کی اپاسنا کے لئے جب جیواتما طیار ہوتا ہے اور اسکو پرماتما کے دانوں میں سے جب اندریوں کا دان یاد آتا ہے تو آتما پربھو کے اُپکارونکو یاد کرتا ہوا دہن دہن کہنے لگتا ہے۔ دھنیہ ہے پرم پتا۔ اگر آپ ان اندریوں کا دان ہمکو نہ دیتے تو ہم نا چیز جیو کیا کر سکتے! یہہ آپ کی دیا کا پرتاپ ہی ہے کہ ہم آپ کے دئے ہوئے شریر کے ذریعہ موجودہ سکھ بھوگتے اور آئندہ آرام کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔

---

# پرماتما کی سرشٹی

| | | | |
|---|---|---|---|
| رِتنچہ | ستینچابھی | ودھاپتسو | ودھیجائت |
| تتو | راتریہ | جائت | تتہ سمدرو |
| ارنوؤ | سمدرا | ورنوا | دوہی |
| سموتسرو | اجایت | اہو | راترانی |
| وِدودھد | وِشوسیہ | مشتو | وشی |

رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۱۹۰ منتر ۱ و ۲

(رت) گیان - وید - قوانین قدرت (سرشٹی) پرکرتی - مادہ کی قابل محسوس
حالت (ابھی یا وحالت تپسہ) گیان سے سامرتھ سے - گیان اور طاقت سے
(ادھیہ جایت) ظاہر ہوا - (تتہ) اس کے بعد - (راتری) اندھکار - پرلے
مادے کی وہ حالت جو پرمانوؤں کے اکٹھا ہونے سے پہلے ہوتی ہے -
(اجایت) نمودار ہوئی - (تتہ) اس کے بعد (سمدرو ارنوہ) ارنوہ سمندر
(ارنوہ) پانچ تت (سمدر اور نوات) ارنوہ سمندر کے بعد لطیف مادہ
کے سمندر کے موجزن ہونے سے - (سموتسر) ورش (ادھی - اجایت)
پیدا ہوا - اس کے بعد - (اہو راترانی) دن اور رات کو (ودھد) بنایا
(وشوسیہ) سنسار کو دنیا کو - (مشتہ) سہج سوبھاؤ سے - بغیر کسی کوشش
کے - (وشی) قابو میں رکھنے والے نے

جو وقت پرلے تھا اس وقت اگنی کی پرمانو جٹے ہوئے نہیں تھے - بلکہ
بیحد اکاش میں الگ الگ بکھرے ہوئے تھے - جس کے کارن کوئی
بھی تیج راشی کہیں بھی پرگٹ نہیں تھی سبھی جگہ اندھکار ہی اندھکار تھا
پرتھوی وغیرہ کے پرمانوں بھی اسیطرح علیحدہ علیحدہ اور بکھرے ہوئے تھے
جڑ پرمانو کیطرح چھوٹے چھوٹے چیتن آتما بھی (نجات یافتوں کے سوائے) اننت اکاش
میں ٹھہرے ہوئے شکتی ہین (بیہوشی کی حالت) میں تھے اپنی سوبھاک مہربانی (کرونا) سے متحرک
(پرورت) ہوکر پرماتما نے جب سرشٹی کا وچار کیا تو ان کے گیان سے سامرتھ
سے گیان اور پرکرتی کا اظہار ہوا - گیان اور پرکرتی پہلے بھی موجود تھے لیکن
ظاہر نہ تھے - پرلے کے وقت پرماتما پیدائش عالم کے متعلق کوئی کام بھی
نہ کرتا تھا - اور پرماتما کا گیان اسی میں لین تھا - پرماتما نے جب سرشٹی کی
رچنا شروع کی تو اسکا گیان سرشٹی کی رچنا میں لگنے لگا - گویا وہ گیان جو
پرماتما میں لین تھا - اب ظاہر ہونے لگا - اور اس گیان سے اور پرماتما
کی سوبھاوک طاقت سے پرمانو ایک دوسرے کے ساتھ ملکر کچھ سوکشم
اور کچھ ستھول شکل اختیار کرنے لگے - اس سے ان کی نمود ہونے لگی
اس پرگٹ (ظہور) کے پہلے پرلے اوستھا کی گھور اندھیری رات کا پتا بھی نہیں

لگ سکتا تھا۔ جسطرح پراتہ کال سورج کا عکس آتے ہوئے دیکھکر انسان
پہلی راتری کا قیاس کر لیتا ہے۔ اسی طرح سرشٹی کا آغاز ہوتے ہی جو اگنی
وغیرہ کے ذرات کچھ اکٹھے ہونے سے تھوڑا سا پرکاش ہوا تو اس سے
پہلے گھور تم مئے پرلے راتری کا بھی گیان ہوا۔ گویا سرشٹی کا پرکاش ہوتے
ہی پرلے اوستھا کی گھور راتری کا گیان ہوا۔ یا یوں کہیے کہ اس گھور راتری
کا گیان ظاہر ہوا۔ خواہ یوں سمجھیے کہ سرشٹی کے ارمبھ ہو جانے پر جب
پرماتما کا گیان سرشٹی کی رچنا میں ظاہر ہونے لگا اور پرمالوؤں کے مجموعے اکٹھے
ہو ہو کر ظاہر ہونے لگے اسوقت اگنی کے ذرے بھی جٹے ہوئے ہی ہونگے
جنسے پرلے کا اندھیرا دور کرنیوالی روشنی پیدا ہوئی۔ پھر پرماتما نے مختلف کرۂ
جات کی رچنا کیلئے جب اگنی کے ذرات کو پرتھوی۔ جل۔ ہوا کے ذروں
کیساتھ ملانا شروع کیا ہوگا تو اگنی کے ذرے انکے دوسرے ذروں کے
ساتھ ملجانے سے اکاش میں پھر (راتری اجائیت) اندھیرا چھا گیا ہوگا
کیونکہ اگنی کے ذرات اور پانی وغیرہ کے ذرے آپسمیں ملنے لگ گئے ہونگے
اس کارن اسیوقت (سمدرو ارنوہ) ارنو یعنی گتی یگت (متحرک) اشانتی
یگت۔ گھور گرجن یگت پرمالوؤں کے مجموعے اکاش میں پھیل رہے
ہونگے۔ یعنی اکاش سمدر میں بڑی بھاری حرکت اور ہلچل نظر آتی ہوگی۔
اب بھی دیکھا جاتا ہے کہ جب جب آگ اور پانی کا ملاپ ہوتا ہے تو آواز
ہونے لگتی ہے اسیطرح مندرجہ بالا سرشٹی کال میں جب اگنی کنوں کے
ساتھ پرتھوی وغیرہ کے کن ملنے لگے ہونگے اسوقت بڑی بھاری
آواز ہوئی ہوگی۔ اسکو ایک مثال سے سمجھنا چاہیے۔ جسطرح پراتہ ہوتے
ہی (اگرچہ سورج نہیں نکلا) اندھیاری بھاگتی ہوئی سی دکھائی دیتی ہے
اسیطرح سرشٹی کا آغاز ہوتے ہی تھوڑا تھوڑا اُجالا ہونے لگا ہوگا
لیکن جسطرح پراتہ کال میں بادلوں کے آجانے پر پھر اندھیاری ہو
جاتی ہے اسیطرح پرمالوؤں کے مجموعوں کے اکاش میں چھا جانے
سے پھر اندھیاری ہو گئی ہوگی۔ اور جسطرح بادل گاڑھے ہوکر جب

ایکدوسرے کے ساتھ ملنے لگتے ہیں تو بجلی کڑکتی اور بڑا شور اور گرج ہونے لگتی ہے۔ اسیطرح یا اس سے بھی بڑھ کر جب خوفناک ہامل روپ پرمانو پنچ ایکدوسرے کیساتھ ملنے لگے ہونگے تو اگنی وغیرہ کے ذرے جل وغیرہ کے کنوں کیساتھ ٹکرلے تے ہوئے خوفناک آوازیں پیدا کرتے ہونگے۔ اور جسطرح متذکرہ بالا پرلے کال بادلوں کے ہٹ جانے سے سورج پورن پرکاش کیساتھ پرگٹ ہو جاتا ہے اسی پرکار سرشٹی کے سمے جب (ارنو سمندر) میں گھور شبد ہو چکے اور الگ الگ گروں کے بنانے کے لیئے پرماتما جن کنوں کے ساتھ جن ذروں کو ملانا چاہتے تھے ان سب کو ملا چکے۔ تب "سموتسر" کی پیدایش ہوئی۔ کئی بھائی شک کرینگے کہ سموتسر نام تو ورش کا ہے جو ایک سمے اور کال کا نام ہے۔ کال تو ایک نہ پیدا ہونوالی وستو ہے۔ اس سموتسر کی پیدائش پرماتمانے کی اسکا کیا مطلب ؟

بجواب لنویدن ہے کہ سموتسر یا سال اسی زمانہ کا نام ہے جس میں پرتھوی کا غیر منور کرہ۔ روشن کرہ سورج کے چاروں طرف ایکبار گھوم لیتا ہے بعد ارنو سمندر کے بعد پرماتمانے سموتسر کو پیدا کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اکاش میں روشن متحرک سموہ (مجموعے، [جو ٹھیک ٹھیک تشکل سورج بعد ازاں پختہ ہوئے) بمنزلہ مرکز بنائے اور ان کے چاروں طرف غیر منور پارتھو پرمانوؤں کے مجموعے (جو پیچھے سے ٹھیک ہو کر مکمل بصورت زمین پختہ ہوگئے) حرکت کرنے لگے اور چونکہ متذکرہ بالا گرم گولے کے چاروں طرف کے پارتھو مجموعہ کی یکبارگی حرکت کو سموتسر یا برس کہتے ہیں۔ اور اسطرح پارتھو مجموعوں کو پرکاش والے مجموعونکی چاروں طرف پرماتما گھمانے لگے۔ بس اس سے سموتسر کا آغاز ہو گیا۔ گویا سموتسر کی پیدائش ہو گئی۔ اس سموتسر کے بعد تمام وشو کو سہج سوبھاؤ سے بغیر کسی کوشش کے قابو میں رکھنے والے پرماتما نے (اہوراتراڻی ودھت) دن اور رات کو بنایا۔ مطلب یہ کہ جن پارتھو پنڈوں کو اکھنات

پرکاش رہت مجموعوں کو مرکز کے پرکاش مے یعنوں سموہ۔ مجموعہ کے چاروں طرف پرماتما گھما رہے تھے۔ ان پارتھو سموہوں کو گول بنانے کے لئے جس طرح ہم لوگ گیلی مٹی کے ایک حصہ کا گولا بنانے کے لئے اُسے اپنے ہاتھوں پر گھمانے لگتے ہیں اور اسطرح بار بار گیلی مٹی کو ہاتھ پر گھما کر اس کو ٹھیک گول کر دیتے ہیں۔ اسیطرح انمیں ایک دوسرے پرکار کی حرکت دی۔ یعنی وہ پارتھو پنج جو آگ وغیرہ کے وزنوں کے ساتھ مرکب ہونے کے باعث ابھی تک ڈھیلا یا گیلا ہی تھا یعنی ٹھوس سالڈ نہیں بنا تھا، بطور مرکز منور مجموعہ کے چاروں طرف گھومتا ہوا بھی کبھی اپنے ایک حصہ کو منور پنج کیطرف کرنے لگا اور کبھی اس حصہ کو اس منور پنج کے سامنے سے ہٹانے لگا۔ یعنی پرماتما اس پارتھو پنج کو گولا کار کرنے کیلئے اس طرح گھمانے لگے جس سے اس پارتھو پنج کا ایک حصہ کبھی پرکاش مے مرکزی مجموعہ کے سامنے ہونیسے دن کی پراپتی کرنے لگا اور وہی حصہ اسی حرکت کے باعث روشن پنج کے سامنے سے ہٹ جانیکے سبب اندھیارے میں آنے لگا۔ خلاصہ یہہ ہے کہ اسطرح اس پارتھو مجموعہ کے گھومنے سے اسپر دن رات ہونے لگے۔ یعنی پرماتمانے (اہو راترانی ودھدت) دن اور رات کو بنایا۔ گویا اس گھومتے ہوئے پارتھو پنج کا قطر صاف یا مقرر ہونے لگا۔ اسطرح پارتھو پنج کو دو حرکتوں کیساتھ منور مجموعہ کے چاروں طرف گھماتا ہوا۔ اس پارتھو مجموعہ کو پرماتمانے سلسلہ وار ہوتے ہوتے گول کر دیا۔ اور اسیطرح روشن مجموعوں کو بھی گھما گھما کر پرماتما نے گول کر دیا۔

یعنی اس طرح

سوریا چندر مسو دھاتا یتھا پوروم کلپیت۔ دوِنچہ پرتھوی چہ انترکش متھو سوہ

رگوید ۱۰ — م ۱۹۰ — س — منتر ۳

دھاتا ۔ وشو کے دھارن اور پوشن کرنیوالے پرماتما نے روشن کرون یعنی سورجوں کو اور چاندوں ۔ دیولوکوں کو ۔ پرتھویوں کو ۔ سورلوکوں کو اور انترکشوں کو بنایا ۔ اس سرشٹی میں بھی پہلی سرشٹی سے کرّوں کے بنانے میں پرماتما نے کسیطرح کا بھید نہ کیا بلکہ ( یتھا پوروم کلپیت ) یعنی جسطرح پہلی سرشٹی بنائی تھی اسیطرح اس دنیا کو بھی بنایا ۔

سورج ۔ چاند ۔ دیو ۔ پرتھوی ۔ انترکش اور سورلوک کیا ہیں اور انکا باہمی تعلق کیا ہے ؟

سورج یہ تو وہی ایک روشن کرّہ ہے جسکے چاروں طرف زمین کو گھماتا ہوا پرماتما ہمکو کئی طرحکی موسموں کا سکھ پہونچاتا ہے ۔ جسکے پرکاش کے باعث ہی زمین پر نباتات ۔ حیوانات اور پانی ہولکے جاندار زندہ رہ سکتے ہیں وغیرہ چندر وہ کرّہ ہے جو سورج کی روشنی سے منور ہوتا ہوا ۔ رات کیوقت ہمکو اتنا سکھ دیتا اور طرح طرحکی اوشدھیوں کو فائدہ پہونچاتا ہے جس کی کشش کے باعث زمین پر کا سمندر ہر روز متحرک ہوتا ہوا اپنی جل راشی کو بار بار پرواہت کرتا رہتا ہے ۔ یہ چاند بھی ہماری زمین کی طرح ایک غیر منور کرّہ ہے لیکن ہماری زمین سے چھوٹا ہے ۔ پرماتما نے جسطرح زمین کو بنایا ۔ اسی طرح اسکو بنایا ۔ جسطرح سورج کی روشنی سے زمین پر دن ہوتا ہے ۔ اسی طرح سورج کے پرکاش سے چاند میں بھی دن ہوتا ہے ۔ اسی دن کو ہم لوگ دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چندرما کا پرکاش کیسا اوتم ہے چاند کی روشنی کیسی عمدہ اور خوشگوار ہے ۔ چاند کو زمین کے چاروں طرف گردش دی گئی ہے اور اپنے محور پر بھی گھومتا ہے ۔

دیو ۔ ان کرّوں کا نام ہے جو رات کیوقت اپنی روشنی سے آسمان کو شوبھائمان کرتے ہیں ۔ وہ زمین کیطرح غیر منور نہیں بلکہ سورج کی مانند منور بالذات کرتے ہیں ۔ ہماری پرتھوی سے ہمارا سورج جتنی دوری پر ہے ۔ اس سے لاکھوں اور کروڑوں میل کے فاصلہ پر یہ روشن کرّہ جات ہیں اسیوجہ سے منور بالذات ہونے کے باوجود زیادہ دوری کے باعث چھوٹے چھوٹے

دکھائی دیتے ہیں۔ ہم لوگ انکو تارا کہتے ہیں۔ انگریزی زبان میں سٹار ہے
اہا! "تاراگن" رات کے وقت کیسے عمدہ معلوم ہوتے ہیں۔ گویا آسمان
میں روشنی کے پھول کھل رہے ہیں۔ اور اپنے بنانیوالے کو بتلاتے ہوئے
دیکھنے والے کو کہہ رہے ہیں کہ ہماری شوبھا پر کیا موہت ہوتے ہو سوچو
کہ جسنے ہم سب میں اتنی شوبھا دی ہے وہ کیسا بے مثال اور منور ہو گا
اسی کے درشنوں سے انند پاکر اپنے جنم کو سپھل کرو۔

پرتھوی۔ غیر روشن کرہ کا نام ہے جیسی کہ ہماری زمین جس پر ہم لوگ بودو
باش رکھتے ہیں۔ یہ پہلے اگنی وغیرہ کے ذروں سے مرکب ہونے کے
باعث ڈھیلی تھی۔ آہستہ آہستہ اس کی گرمی نکلتی گئی پرماتما نے اسکے
محور پر گھما گھما کر اسکو گول بنا دیا۔ جب یہہ پرتھوی کچھ سخت ہولی اور پارتھو
پرمانوں سے بہت سی اگنی کے پرمانو نکلکر اُڑ گئے۔ اور بہت سے جل کے
پرمانو علیحدہ سمندر روپ میں پک گئے تو پرتھوی کے پرمانو زیادہ سخت
ہوکر نباتات کی پیدائش کے لائق بنے۔ تب پرماتما نے انیر طرح طرح کے
شریر دھاریوں کو پیدا کیا۔

انترکش۔ اوکاش (خالی جگہہ) کو کہتے ہیں۔ یہاں انترکش سے وہ اوکاش
(خلا) مراد ہے جو دو کروں کے درمیان ہو۔ درحقیقت انترکش کی پیدائش
نہیں ہوتی صرف بیوہار اور سرشٹی پرکرن کے سمجھانے کے لئے اسکا بیان
کیا جاتا ہے۔ پرلے کے وقت پرمانوؤں کے بکھرے رہنے کے باعث
اوکاش کا ایک بڑا حصہ پرمانوؤں سے بھرا رہتا ہے۔ جب پرماتما پرمانوؤں کو
اکٹھا کرنے لگتے ہیں تو وہ اوکاش جو پرمانوؤں سے بھرا تھا پرمانوؤں سے
خالی ہو جاتا ہے یعنی خالی جگہہ نکل آتی ہے اسی خالی جگہہ کو انترکش کہتے ہیں

سورلوک۔ ان کروں کا نام ہے جو ایک پرتھوی اور سورج کے
بیچوں بیچ گھوما کرتے ہیں۔ پرتھوی اور سورج کے بیچوں بیچ گھومنے
والے گرہ اور دھومکیتو (  ) سورلوک کے نام سے پکارے
جاسکتے ہیں۔ اب یہہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ پرماتما نے "سوریہ چندرمسو

دھاتا ...... الخ اس وید منتر میں سوریہ چندرمسو" صیغہ تثنیہ کا استعمال
کر کے ایک سورج اور ایک چاند اور آگے صیغہ واحد کا استعمال کر کے ایک دیولوک ایک
پرتھوی یا ایک انترکش اور ایک سورلوک کی رچنا کا جبکہ بیان کیا ہے تو پھر کیوں کہا جاتا
ہے کہ پرمیشور نے اننت سورج اننت پرتھوی وغیرہ کرہ جات کو بنایا ہے اسکا جواب یہ ہے
کہ کروں کی قسمیں اتنی ہیں جتنی اس وید منتر میں آئی ہیں۔ اور اس
منتر میں کروں کے اقسام بتلانا ہی مطلوب تھا اسی لئے ایک قسم کے لئے
صیغہ واحد استعمال کیا ہے۔ اس وید منتر میں جو اقسام کرہ جات بتلائے
گئے ہیں ان کے علاوہ اور کوئی قسم ثابت نہیں ہو سکتی۔ آجکل کے یوروپی
جیولجسٹوں نے بھی اپنی عقل کے مطابق جتنی اقسام بیان کی ہیں وہ سب
منتر ہذا کی بیان کردہ اقسام کے اندر آجاتی ہیں۔ مثلاً یوروپ والوں نے
ایک سولر سسٹم (نظام شمسی) کا مرکز سورج۔ اس کے چاروں طرف
گھومنے والے گرہ یا مدار ستارے۔ گرہوں کے چاروں طرف گھومنے والے آپ
گرہ یا چندرمان (سٹیلائٹس) مانے ہیں ویسے ہی اس سورج کے علاوہ
اور اس نظام شمسی کے باہر جو روشن پنج ہیں انہیں سٹار نام سے پکارتے
ہیں۔

مندرجہ بالا وید منتر میں آئے ہوئے سوریہ کے اندر سن Sun چندرمان
کے اندر سیٹلائٹس Satellites ، دو کے اندر سٹارز
Stars۔ پرتھوی اور سورلوک کے اندر Comets, Planets
پلینیٹس اور دھومرکیتو آجاتے ہیں پس یورپیوں کے بیان کردہ
اقسام کے مطابق بھی اور کوئی نئی قسم معلوم نہیں ہوتی۔ اننت پرتھوی
اور اننت سوریوں کے متعلق تو پرماتما ویدوں کے کئی منتروں کے اندر
اپدیش کرتے ہیں۔ جیسا کہ "سپت وشو نانا سوریہ" یعنی ساتوں دشاؤں
میں یا سب طرفوں میں نانا یعنی انیک سورج ہیں "یہ ویا داندرسے تستم
ہے پرماتمن! جو تیرے سینکڑوں دیو لوک
یا دیولوک ہیں" "ستم بھومی ہت سیو" تیری سینکڑوں بھومیاں بھی ہوں"

"سہسرم سوریہ" ہزاروں سورج وغیرہ وغیرہ

پس ثابت ہوا کہ سوریہ چندرمسو دھاتا ..... " وید منتر میں پرماتما نے کرلپ کے اقسام بیان فرمائے ہیں نہ کہ انکا پورا شمار کیا ہے۔

جسطرح ہمارے سورج کے ماتحت ہماری زمین یا منگل بدھ برہسپتی وغیرہ گرہ یا چاند وغیرہ اپ گرہ ہیں اسیطرح دوسرے سورجوں کے ماتحت ان کے سیارے اور خورد سیارات ہیں۔

جو تارا ہمارے لئے دو لوک کہلاتا ہے اُس تارا کے آدہین جو زمینیں ہیں انکے لئے وہ تارا سوریہ لوک یا ہمارا سوریہ یا اور اور تارے دو لوک ہیں اسیطرح اس زمین اور اس تارے کے بیچ جو لوگ ہیں انکو اس پرتھوی کے رہنے والے سور لوک کہہ سکتے ہیں۔ اس پرکار اسنکھ سولر سسٹموں (شمسی نظاموں) میں اسنکھ شریردھاری نواس کرتے ہیں۔ ان سب وسوؤں کے انیک شریردھاری کئی پرکار کے سُکھ دُکھ جو ان کرموں میں ان کے جسموں کے مطابق ہیں) بھوگتے ہیں اور جو ان میں سادہن سمپن ہوکر گیانی بن سکتے ہیں وہ پار لوکک سکھوں کو بھوگتے ہوئے پرماتما کا لیش گا رہے ہیں۔

پرماتما نتیہ ہے اور جیوآتما بھی نتیہ ہے۔ وہ ودیا کا بھنڈار جیوؤں کے کلیان کے لئے موجودہ دنیا کی رچنا کر رہا ہے۔ اس کی کرونا کبھی بھی اس سے الگ نہیں ہوتی۔ اس لئے اپنی اپار دیا سے بار بار سرشٹی رچتا اور بار بار سرشٹی کو بصورت علت لاکر اسکو دہارن کیا کرتا ہے اس پرماتما کی طاقت لاانتہا ہے بآسانی وہ سارے برہمانڈ کو سہارا دے رہا ہے۔ ہم لوگ ان دنیاؤں اور لوکوں کی تعداد نہیں جانتے لیکن پرماتما جانتے ہیں۔

پرماتما اکھنڈ۔ ایک رس۔ سب جگہہ بھرپور ہو رہے ہیں اور لوک بہت ہونے پر بھی ایکدوسرے سے علیحدہ دور دور اپنی ستا دکھا رہے ہیں۔ پھر پرماتما اننت یعنی اسکا کنارہ و حد کسی طرف نہیں اور لوک سموہ سانت اور حد والے ہیں۔ پرتھوی پر کا سمندر حد والا ہے اور پانی کا ایک قطرہ نہایت چھوٹا ہونے کے باوجود بھی سمندر کا کوئی نہ کوئی حصہ ضرور ہے۔ لیکن

پرماتما بے حد اور مجموعہ کرہ جات حد والا۔ اس لیئے بے حد کے مقابلہ میں حد والا اس لائق بھی نہیں جیساکہ ایک حد والا پانی کا قطرہ ایک حد والے سمندر کے سامنے ہے۔ اے ناچیز انسان ایسے مہان پربھو کو جو تیرے کلیان کے لیئے طرح طرح کی سرشٹی بارم بار دھارن کرتے ہیں آنکو تو کیوں بھلا دیتا ہے؟ جسنے تیرا اتنا اپکار کیا ہے کہ تو انکی گنتی بھی نہیں کر سکتا ایسے پر اپکاری کے گنوں کو گان کرتا ہوا اپنے جیوؤں کو سپھل کیوں نہیں کرتا؟ پیٹ میں پرورش کرنیوالے۔ پیدا ہونے پر ماتا کے پستانوں کا آلہ تیرے دودھ پینے کے واسطے بنا نیوالے تیرے جوان ہو جانے پر کئی طرح کے خوش ذائقہ پھل پھول۔ کند مول تیرے بھوجن کے لیئے بنانیوالے اور پالنا کرنیوالے پرم پتا کے گنوں کو یاد کرتا ہوا۔ ان کی بھگتی سے اپنے ہردے کو کیوں نہیں بھرتا۔ کیا اس پربھو سے بڑھکر تیرے ساتھ پریم کرنیوالا کوئی ہے۔ کیا اپنے پاپوں کے کارن جب تو نیچ یونی کو جائیگا۔ اس حالت میں بھی اندریوں کو دیکر سکھ محسوس کرانیوالا جگت پتا کے سوا کوئی دوسرا ہے؟ اگر نہیں تو سب سے زیادہ پیارا انکو مانتا ہوا ان کی اگیاؤں کو سر پر دھرتا ہوا دوسروں کے کانوں کو پوتر کیوں نہیں کرتا؟

---

## لنڈن میں نرامش بھوجن کی فتح

مس ایف ای نکلسن صاحبہ سکریٹری لنڈن ویجی ٹیرین ایسوسی ایشن نے حال میں لنڈن کونسل یعنی میونسپلٹی کیطرف سے بہت عمدہ طریقہ سے پریکشا کرکے لنڈن باسیوں کو پرتکش دکھلا دیا ہے کہ مانس رہت بھوجن ہی انسان کی اصلی اور قدرتی غذا ہے اور ایشور نے مانس کھانے کے لیئے ہرگز منش کا شریر نہیں بنایا۔ آپنے بیس ہزار بچوں کو جمع کیا۔ چھ ماہ تک دس ہزار بچوں کو سبزی و پھل کھانے کو ملتا رہا اور دس ہزار کو مانس دیا جاتا رہا بعد چھ ماہ کے دونوں قسم کے بچوں کا ڈاکٹری امتحان ہوا۔ ڈاکٹروں نے دونوں کی خوب دیکھ بھال کرکے بتلایا کہ گوشت کھانیوالوں کی نسبت سبزی خور بچوں کی صحت بہت اعلیٰ ہے انکا جسم بھی زیادہ وزنی ہے ملنسیں رگیں۔ پٹھے زیادہ مضبوط ہیں اور رنگ بھی گورا ہے ایسوسی ایشن نے اب سبزی خور بچوں کی تعداد اور بھی بڑھا دی ہے اور آئندہ بڑھانے کی کوشش کر رہی ہے۔ گوشت خور بتلائیں کہ اب بھی انکو سبزی

اور پھل کھانیوالوں کی جیت میں شک ہے

# سرچشمۂ نجوم

سلسلہ کے لئے دیکھو آریہ مسافر میگزین اگست ۱۹۰۹ء

## جنم پتری کے نتائج پر سرسری نظر

سب سے پہلے آیو (عمر) کا سوال ہے۔ پنڈت جوتش کے ماننے والے دعویٰ کرتے ہیں کہ عمر کا اندازہ و پیمانہ جو گرہوں کی چال سے لگایا جاتا ہے صحیح ہوتا ہے۔ پس غور طلب یہ ہے کہ آیا عمر کا اندازہ یعنی صحیح وقت پہلے سے ہی مقرر ہوتا ہے۔ یا یہ انسان کے اپنے اختیار میں ہے کہ اپنی عمر کو کم و بیش کرے۔ اور یہ اصول کہ عمر پہلے سے مقرر ہوتی ہے آیا وید ویدانگ اور رشی مہرشیوں کا ہے یا جدید دوسری قوموں کے میل جول سے وضع ہو گیا ہے۔

**ہمارا دعویٰ** وید مقدس کے منتروں پر وچار کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پرماتما نے منش شریر کی آیو کا اندازہ سو برس قائم فرمایا ہے اور منش چونکہ خود مختار ہے اس لئے وہ مجاز ہے کہ خواہ اپنے لاپرواہی اور خلاف ورزی ویدک احکام سے اپنی عمر کو ضائع کر دے۔ خواہ یوگ کر کے اپنی عمر کو زیادہ سے زیادہ سہ چند اور بڑھا لے گویا عمر زیادہ سے زیادہ چار سو سال اور عموماً سو سال اور کم از کم اسقدر جتنی کہ اپنی لاپروائی سے یا دانستہ یا آفات ارضی و سماوی سے خود بخود قطع ہو جائے

**ثبوت نمبر ۱** جن منتروں سے یہ امور منکشف ہوتے ہیں ذیل میں درج ہیں:-

سندھیا۔ عبادت دو وقتہ میں ایک وید منتر پرارتھنا کا ہے جس کو عام آریہ لوگ اور سندھو پرانک بھی روزانہ ورد کرتے ہیں۔ (پشئیم جیویم شرد ہا) یا ٹھ موجود ہے یعنی سو ورش تک ہم جیویں۔ سو برس تک دیکھتے سنتے رہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور یجروید ادھیائے ۳ منتر ۶۲ میں بطور پرارتھنا اپدیش دیا گیا ہے کہ عمر تگنی یعنی تین سو برس زیادہ تک بھوگ سکیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ انسان کی طبعی عمر سو سال اور زیادہ سے زیادہ چار سو سال ہو سکتی ہے

اور یجروید ادھیائے ۳ منتر ۷ میں پرارتھنا ہے کہ ہماری آیو کو مت نشٹ کر جس سے ظاہر ہے کہ انسانی عمر نشٹ ہو سکتی ہے

**ثبوت نمبر ۲** چرک استھان ۶۔ میں آیو کا سادھارن پرمان سو برس ہے۔ اسکو پورن وہ بھوگتا ہے جسکو پرکرتی گن آتم سمپتی اور ساتمیہ سیون ہو مانس بھوجن ہنسا دوش سے یکت نہیں ہوتا

**ثبوت نمبر ۳** رشی مہرشیوں نے ویدک احکام کی تعمیل میں جو عمر کے حصے بنام آشرم کئے ہیں وہ بھی سو ہی سال کا اندازہ قائم رکھکر کئے گئے ہیں۔ برہمچریہ میعاد ۲۵ سال گرہست میعاد ۲۵ سال تا عمر ۵۰ سال۔ بان پرست میعاد ۲۵ سال تا عمر ۷۵ سال سنیاس میعاد ۲۵ سال تا عمر سو سال

نوٹ واضح ہو کہ اپنشد کاروں کی رائے میں برہمچریہ کی میعاد زیادہ ہونے سے حد درجہ سو سال کی عمر ہو سکتی ہے۔

مہامنی پاتنجل رشی نے اپنے یوگ شاستر میں ویدک احکام کی شرح کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ یوگی اپنی عمر کے تین حصہ تک بڑھا سکتا ہے اور یوگی اور بھوگ اور عمر پچھلے کرموں کے انوسار پرماتما عطا فرماتے ہیں اس یونی اور بھوگ اور عمر کے سمجھنے میں لوگوں نے غلطی کھائی ہے۔ اور یہہ سمجھ گئے ہیں کہ عمر پرماتما نے بقول الٰہی حکم۔ زیادہ نہ کم پیشتر سے قطعی طور پر قائم کر دی ہے۔ مگر فی الواقع مہرشی پاتنجل منی کا ہرگز یہہ منشا نہیں

تھا۔ کیونکہ ان کی مراد دراصل یہ ہے کہ ہر یونی (قالب) کی عمر کا پیمانہ پرماتما نے خاص قواعد کی بنا پر مقرر کیا ہے۔ بشرطیکہ دیگر واقعات حائل نہ ہوں حتی الامکان ان باتوں کو مثال سے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں مثلاً سانپ کا جسم ایک قسم کی یونی ہے۔ اس کی خاص خوراک ہے اور عمر طبعی کی خاص مقدار پائی جاتی ہے۔ اسیطرح گھوڑا۔ بندر۔ انسان وغیرہ جداگانہ یونی کی خاص خاص خوراک اور عمر طبعی خاص مقدار میں پائی جاتی ہے۔ یعنی ایک یونی کی خوراک دوسری یونی سے جداگانہ اور عمر طبعی کا اندازہ بھی جداگانہ ہے بشرطیکہ کوئی دیگر وجہ حائل ہو کر سلسلہ قطع نہ کر دے۔ اس لئے رشی نے صاف بتلایا ہے کہ یونی۔ آیو۔ بھوگ۔ اور عمر پرماتما کے حکم سے ملتے ہیں۔ یعنی سانپ زہریلی ہوا کو زمین سے کھاتا ہے۔ انسان نہیں کھا سکتا۔ اگر تھوڑی مقدار بھی زہریلے مادہ کی انسانی جسم میں داخل ہو جائے تو طاعون۔ ہیضہ کا شکار ہو جاوے اسیطرح گھوڑے بیل وغیرہ گھاس چارہ کھاتے ہیں۔ انسان نہیں کھا سکتا۔ اور انسانی لذائذ طعام حیوانات کو پسند نہیں ہیں۔ بلکہ بعض حیوان گھی (روغن زرد) سے نفرت کرتے ہیں بعض جانور گوشت خوار ہیں۔ بعض سبزی خور وغیرہ وغیرہ۔

طبابت کے گرنتھ۔ سشرت۔ چرک۔ باگ بھٹ وید الو پالی رشیوں کی تصنیفات میں جابجا ایسے احکام پائے جاتے ہیں کہ فلاں دوا کے استعمال سے آیو بڑھ سکتی ہے۔ فلاں کام کرنے سے آیو گھٹ سکتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ڈاکٹری۔ یونانی طبابت کا خواہ کوئی بڑے سے بڑا یا چھوٹے سے چھوٹا گرنتھ دیکھو سب میں یہ بات ملے گی کہ آیو عمر گھٹ بڑھ سکتی ہے۔

حکما نے پیشہ ور قوموں کے کاروبار سے اندازہ لگایا ہے کہ کوئلہ کی کان میں کام کرنے والے شیشہ ساز۔ عیاش۔ زناکار وغیرہ کی عمر کم ہو جاتی ہے۔ بخلاف اس کے مالی وغیرہ کی عمر زیادہ ہوتی ہے۔ غرضیکہ کہانتک بیان کیا جاوے۔ "سو سیا نے ایک مت" کی

مثال صادق آتی ہے۔ چاروں طرف سے آواز آرہی ہے کہ عمر گھٹ بڑھ سکتی ہے۔ سشرت کار نے تبلایا ہے کہ اگر سولہ برس سے کم آیو والی استری اور ۲۵ برس سے کم آیو کا پرش گربھ دھارن کریں گے تو اول تو گربھ ہی قائم نہ ہوگا۔ اگر گربھ قائم ہو جاویگا تو پات (اسقاط حمل) ہو جاویگا۔ اگر بچہ پیدا ہوگا تو مر جائے گا۔ ورنہ دربل اندریہ رہکر چھوٹی عمر میں نشٹ ہو جائیگا۔ اس کے بعد ادویات کی تاثیرات سے تبلایا گیا ہے کہ ان کے استعمال سے عمر بڑھ سکتی ہے۔ غرضیکہ عمر کے گھٹاو بڑھاو کا دار و مدار نطفہ۔ رحم اور رکھان پان آب و ہوا۔ کام کاج وغیرہ پر ہے نہ کہ پیدائش کے وقت پر

## ثبوت نمبر ۲

قطع نظر اس سوال کے اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہیے کہ انسان قبل از وقت مر سکتا ہے یا نہیں اسکے لئے اول یہہ دیکھنا ہے کہ موت کیا ہے۔ یہ کوئی ڈراونی یا بھیانک شے نہیں ہے۔ ہر سنیوگ کا بیوگ ضروری ہے ہر ملاپ کے بعد جدائی موجود ہے جسکو ایک شاعر نے اسطرح بیان کیا ہے ؎

یہہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنیکی خبر دیتی ہے

چونکہ اسلام موت کے بعد زندگی نہیں مانتا اسلئے اسلامی شاعر نے اسی پر اکتفا کی ورنہ دوسرا پہلو بھی ظاہر کئے بغیر نہ رہتا۔ یعنی

ہر سفر ہمکو اقامت کا پتا دیتا ہے ۔ موت کا ہونا ولادت کا نشان دیتا ہے

روح اور جسم کا تعلق جو ایشوریہ نیم سے بندھا ہوا ہے وہ خود بخود ایک خاص وقت پر علیحدگی اختیار کرتا ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ روح مکین جسم مکان۔ جبتک مکان قابل رہائش مکین رہتا ہے مکین ٹھہرتا ہے۔ ناقابل ہوتے ہی مکین علیحدہ ہو جاتا ہے۔

یقیناً سنسکرت میں جیو کو پرش کے نام سے اسی لئے پکارا ہے کہ پور یعنی (جسم میں) بسنے والا ہے۔ عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ لڑکپن یا عمر رسیدہ

لوگ رائیں، مالی وغیرہ کسان اپنے کچے مکانات کو قبل از برسات و بعد از برسات لیپ پوت کر لیتے دیرتک قائم رکھتے ہیں کہ اگر انکو بناکر یونہی چھوڑ دیا جاتا اور وقتاً فوقتاً موسم برسات سے پہلے و بعد مرمت نہ کی جاتی تو جلد ہی منہدم ہو جاتے۔ غریب تو ایکطرف امیرزادوں کے پختہ مکانات بھی لاپروائی کے سبب سالانہ مرمت نہ کرانے سے برباد ہو جاتے ہیں۔ اگر ان کی مرمت سال بسال کرائی جائے تو دیرتک قائم رہ سکتے ہیں

مزید براں اگر کوئی شخص دیدہ دانستہ مکان کو مسمار کرنا چاہے تو پختہ و خام سب یکساں ہے اور ہر ایک مسمار ہو سکتا ہے

یہی اصول حفاظت ولاپروائی و دیدہ و دانستہ خراب کرنیکا۔ گھڑی۔ پارچہ۔ زیور۔ درخت۔ کتاب وغیرہ سب پر حاوی ہے۔ ایک ہی کارخانہ کی گھڑی بھی ہولی جس کی گارنٹی ۱۰ سال کی مالک کارخانہ نے دے رکھی ہے۔ تین آدمیوں کو جداگانہ ایک ہی وقت میں دیجائے۔ تو انمیں سے جو گھڑی کو بلا ضرورت نہیں چھیڑتا ہے اور کوک وقت پر دیتا ہے اور گرد و غبار سے محفوظ رکھتا ہے تو وہ بجائے دس سال کے بارہ سال تک گھڑی کو کام میں لا سکتا ہے اور اسکو مرمت کی ضرورت بھی کم لاحق ہوتی ہے۔ دوسرا جسکو یہہ مرض ہو گیا ہے کہ اوچھے کے گھر ہوا پیالا پانی پی پی ہوا متوالا۔ یعنی جہاں اجنبی آیا وہاں گھڑی دکھلانے کی غرض سے گھڑی نکالکر چابی گھمانے لگے۔ وہ جلد گھڑی کو خراب کرلے گا اور باوجود مرمت پر خرچ کرنے کے بھی گارنٹی کی میعاد تک گھڑی کو کام میں نہ لاسکے گا۔ تیسرا ایک لڑکا ہے جو گھڑی کو خوبصورت پولتی گیند سمجھکر بار بار اچھالتا ہے اور کبھی کبھی زمین پر گرا دیتا ہے۔ یا فٹ بال کیطرح ٹھوکروں سے لڑھکانے یا اندرونی حالات معلوم کرنے کی غرض سے پرزوں کو بھی اوپر اوپر کرنے لگ جاتا ہے تو فوراً سے پیشتر گھڑی کے پرزے علیحدہ کر دیگا۔ اسیطرح باجہ وغیرہ کا حال سمجھو۔ اسی طرح

درخت پودے اور انسانی جسم کا حال ہے۔ انسانی جسم کی حفاظت بموجب احکام ویدک (طبابت) جو کرتا رہتا ہے یعنی کھان پان ورت رکھتا ہے وہ طبعی عمر سے زیادہ عرصہ تک جسم کو قابل رہائش جیو رکھ سکتا ہے اور جو حفاظت میں لاپروائی کرتا ہے یا دانستہ ویریہ کو ضائع کرتا رہتا ہے یا بدپرہیزی کا شکار ہوتا رہتا ہے تو وہ عمر طبعی سے پہلے ہی اپنے جسم سے مہمان کو وداع کر دیتا ہے۔ اور بعض زہر خوری یا آگ میں کود یا پانی میں ڈوب جانے وغیرہ سے خودکشی کر سکتا ہے۔ ان تمام حالات پر غور کرنے سے نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ عمر طبعی مقررہ ہے اور منش خود مختار ہے۔ اسکو کم وبیش کر سکتا ہے اور اسکا بڑا ثبوت یہہ ہے کہ موت بلا سبب نہیں ہوتی۔ یعنی کوئی نہ کوئی مرض یا دوسرا سبب ضرور ہو جاتا ہے جس کی اصلی وجہ انسانی غلطی ہے۔

## ثبوت نمبر ۵

میدان جنگ میں حفاظت اور لاپروائی سے انسانی جسم کا پورا پورا بچاؤ اور نقصان ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک فوج کا افسر جو اپنی حفاظت کے لئے آڑ قائم کرا لیتا ہے اور دشمن کی جانب روشنی دیکھکر اپنی فوج کو آڑ میں بیٹھ جانے اور آواز آنے کے بعد کھڑا کر کے گولی چلواتا ہے تو یقیناً بہت دیر تک لڑائی جاری رہنے پر شاید فوج میں دو چار آدمی مریں۔ بخلاف اس کے اگر آڑ قائم نہ کرائے اور اس اصول کو مدنظر رکھکر لڑائی نہ کی جائے اور ہر وقت فوج کھڑی رہے تو مشکل سے شاید ایک دو ہی بچ سکیں یہی نہیں جن لوگوں نے جنگ روس و جاپان کے حالات پڑھے ہیں انکو معلوم ہوگا کہ جاپان نے ایک ہی وقت ایک ہی جگہہ روسیوں کے بیڑے کے بیڑے غرق کر دئے تو کیا یہہ جاپانیوں کی چستی اور چالاکی اور فنون جنگ سے واقفیت۔ اور روسیوں کی غفلت اور ناواقفیت پر دال نہیں ہے۔ کیا کوئی نادان یہہ مان سکتا ہے کہ ان سب لڑنے والوں کی آیو (عمر) مقرر تھی۔ اور ایسا ہی ہونیوالا تھا۔ اگر گرہوں کی چال کا

اثر مانا جاوے تو عمر مختلف کے آدمی ان میں موجود تھے۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ ان کی پیدائش کے وقت جو گرہ تھے ان کی چال کی حساب سے ان سب کی موت اسی لمحہ ہونی چاہیے تھی۔ ہمیں ایک قصہ یاد آگیا ہے جو سنانا ضروری ہے۔

ایک جوتشی ایک راجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ مہاراج مجھے جنم پتر اچھا دیکھنا آتا ہے۔ اس کی لاف گذاف پر جنم پتر دکھلایا گیا پنڈت جی مہاراج نے ٹیکہ کر کے بتلایا کہ مہاراج آپ کا مرتیو لوگ بڑا ہے آج سے ساتویں روز آپ کا شریر چھوٹ جائے گا جو کچھ دان پن کرنا ہو کر لیجیے۔ یا جو عیش و عشرت بھوگنا ہو بھوگ لیجیے راجہ یہہ لفظ جوتشی کے منہ سے سنتے ہی ہکا بکا رہ گیا اور موت کے خوف سے سب رگ و ریشہ میں بجلی کا اثر ہو گیا۔ بے ہوش ہو کر زمین پہ گر پڑا۔ حکیموں کے علاج کرنیسے مشکل سے ذرا ہوش آیا۔ وزیر با تدبیر نے پوچھا کہ مہاراج کیا تکلیف ہے۔ راجہ نے جواب دیا کہ جوتشی جی نے بتلایا ہے کہ مرتیو قریب ہے اس لئے دل افسردہ ہو گیا ہے دنیا ہیچ ہے کل نہ مرے آج ہی سہی۔ وزیر نے عرض کی مہاراج یہہ جوتشی جھوٹا ہے کسی نے اسکا امتحان نہیں لیا۔ اسکا امتحان لیا جاوے اگر امتحان میں پورا اترے تو قدرے یقین کرنا چاہیے۔ راجہ کو ڈھارس بندھی حکم ہوا کہ امتحان لیا جاوے۔ وزیر نے جوتشی کو بلوایا اور پوچھا کہ مہاراج آپکی عمر کتنی باقی ہے۔ جوتشی نے کہا تیس ۳۰ سال وزیر نے دوبارہ کہا کہ مہاراج پھر سوچ سمجھ کر جواب دیں ایسا نہ ہو کہ حساب میں غلطی رہ گئی ہو جوتشی نے کہا کہ نہیں میرا حساب بالکل ٹھیک ہے۔ بلکہ گورو مہاراج کا پڑتال کیا ہوا ہے۔ درست ہے ٹھیک ہے۔ جب بار بار جوتشی ٹھیک ٹھیک پکارنے لگا تو وزیر نے کہا کہ بدمنا کا لیکھ کم و بیش ہو سکتا ہے؟ جوتشی نے کہا ہرگز نہیں۔ یہہ سنتے ہی وزیر نے ایک تلوار مارکر جوتشی کا کام تمام کر دیا اور راجہ سے عرض کی کہ اگر فی الواقعہ جوتشی کی عمر ۳۰ سال باقی

تھے تو یہہ کیوں ہلاک ہو گیا اسلیئے یہہ سب جوتشیوں کے ڈھکو سلے ہیں
اور لوٹ کا جال ہے۔ قابل پذیرائی نہیں۔ راجہ کا خوف دور ہو گیا اور خیال
موت دل سے جاتا رہا۔ وہ زندہ و سلامت رہا جوتشی کا بتلایا دن ہی گذر
گیا۔ چاہے یہہ قصہ فرضی ہو مگر اس کی سچائی میں کوئی کلام نہیں کیونکہ ایسے
واقعات آئے دن ہوتے رہتے ہیں کہ جوتشی نے جس کی موت کا فتوے
صادر کیا وہ زندہ رہا اور جس کی عمر ۹۰ یا سو سال بتلائی وہ پہلے ہی مر گیا
مگر یہلت جوتش کے ماننے والے اسی پر اکتفا نہیں کرتے کہ گرہوں کی چال
کے اثر سے جس کی جنم پتری بنائی گئی ہے اسی کی موت وقت مقررہ پر ہوگی
بلکہ وہ ایک شخص کی پیدائش کے گرہ لیکر اسکے ماں باپ چچا۔ تایا۔ ماما۔
نانا۔ نانی۔ بہن۔ بھائی وغیرہ سب کی موت کا فتوے صادر کرتے ہیں مثلاً
کوئی شخص جو آج پیدا ہوا ہے اس کے گرہوں کا اثر ذیل ہے کہ یہہ خود
۹ سال کی عمر میں فوت ہوگا اسکا باپ شکل دیکھتے ہی مر جائیگا۔ ما چوتھی
سال مر جائے گی۔ گویا خود اس بات کے مقر ہیں کہ ہمارا سارا پریہہ جھوٹا ہی
کیونکہ فرض کرو کہ باپ کی جنم پتری سے اس کی عمر ۷۰ سال معلوم ہوئی
ہے تو کیا وجہ ہے کہ ۲۵ سال کی عمر میں جو اس کے بچہ پیدا ہوا ہے
اسکی شکل دیکھتے ہی مر جائیگا اور ۷۰ سال کی عمر کی امید منقطع ہو جائے گی
اس سے نتیجہ صاف نکلتا ہے کہ موت نشچت نہیں ہے۔ اس مکروہ خیال
نے ہزاروں بیگناہ بچوں کو قتل کرایا اور ماں باپ نے اپنی موت کے خوف
سے خود اپنے ہاتھوں اپنی پیاری اولاد کو زہر دیکر یا گلا گھونٹ کر راہی
ملک بقا کر دیا۔ اور اپنی اولاد کو قتل کرتے ہوئے بھی یہ خیال نہ گذرا کہ اس کی
عمر جوتشی نے ہی ۹۰ سال بتلائی تھی۔ اور اسکو ہم قتل کر رہے ہیں۔ گویا جوتشی
کا فرمان غلط ہو رہا ہے۔ ممکن ہے کہ دوسرا حکم بھی جوتشی کا غلط ہو اور
ہماری موت نہ آئے یا کم از کم جیسے اس کے گرہ ہمکو ہلاک کر سکتے ہیں
ویسے ہمارے گرہ جو اوچے تھے کیا سو گئے یا انکا اثر بوجہ دیرینہ ہونے جانے
کے کم ہو گیا یا جنگ و جدل ہونے پر ہمارے گرہ بھاگ جاویں گے۔ لیکن

نہیں موت کے خوف نے اندھا کر رکھا ہے

یہہ سب احکام جوتش کے خود غرضی پر مبنی ہیں

جانور۔ گائے۔ بھینس۔ گھوڑے وغیرہ کے لیئے یہہ اصول قائم کر دیا کہ اگر فلاں فلاں مہینوں میں بچہ دیں تو برہمنوں کو دان کر دینے چاہیئے ورنہ مالک کی جان و مال کا اندیشہ و خطرہ ہے۔ ماگھ بیائی بھینس۔ بھادوں بیائی گھوڑی۔ ساون بیائی گائے معہ بچہ دان کر دینی چاہیئے اگر یہہ احکام انسانی پیدائش پر ہی حاوی رکھے جاتے تو چنداں مضائقہ نہ تھا مگر باہمن دیوتا۔ دیگر غیر اقوام سے بچوں کو لیکر کیا کرتے۔ اس سے لیئے انہوں نے انسانی بچہ دان میں لینا مناسب نہ سمجھا اور اس کا علاج خون کرانا ہی قرار دیا۔ یا اس کے عوض بہت سا زر و مال دیا جاوے جسکا نتیجہ یہہ نکلا کہ غریب لوگ جنکے پاس زیادہ مال و متاع دان دینے کو نہ ہوا۔ اس نے اپنے بچاو کے لیئے بچہ کو ہی قتل کرنا چاہا۔ چاہے اتفاقیہ تلسی داس جی مصنف رامائن جیسے بچے بچ نکلے۔ اور راجہ مہاراجہ لوگ بھی اپنی اولاد کو جہنم رسید کرنا ہی اپنا فرض سمجھنے لگے۔ اور اس ایک بیہودہ خیال نے نہ معلوم کسقدر جانوں کو تلف کرایا ہوگا جسکا خمیازہ آریہ ستان کو بھگتنا پڑا اور جب ہم کو قدم قدم پر ثبوت ملتا ہے کہ عمر کی میعاد جدا گانہ افراد کی مقرر نہیں ہیں موجودہ گورنمنٹ نے پہلے جب رسم ستی جاری تھی اور لاکھوں بدھوائیں مردہ نعش کے ساتھ زندہ جلائی جاتی تھیں اور اب بخوف سرکار ایک بھی بیوہ ستی نہیں ہوتی تو کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ پہلے بدھواؤں کی عمر کا پیمانہ اُنکے خاوندوں کے سر پر ہی لبریز ہو جاتا تھا۔ اور اگر ہو جاتا تھا تو وہ خود بخود کیوں نہ مر جاتی تھیں اور اسی طرح ایک بیہودہ رسم دختر کشی ہندوستان میں بعض بعض اقوام میں جاری تھیں۔ جو اب گورنمنٹ عالیہ کے سایہ عاطفت میں آنیسے بند ہو گئیں۔ تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ پہلے دختران کی عمر حمل سے نکلنے تک ہی محدود ہوتی۔ حالانکہ اسیوقت ان ہی گرہوں میں لڑکا پیدا شدہ زندہ و برقرار رہتا تھا۔ علاوہ ازیں اب بھی لاکھوں واردات قتل ہوتے

رہتے ہیں تو کیا وہ سب مقتول کی عمر پوری ہو جانے کا سبب ہیں۔ اور قاتل کو جو پھانسی دی جاتی ہے وہ بھی لکشچت عمر کا ہی نتیجہ ہے۔ ان تمام واقعات پر غور کرنے سے صاف نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ آیو کی تاریخ مقرر نہیں ہے اور پنڈت جوتش کے ماننے والوں کا یہ خیال خود غرضی پر مبنی ہے۔ باقی آئندہ۔

(شادی رام آریہ پانی پتی)

# دیانند کون تھا اور اُس نے کیا کیا؟؟

نمبر ۱

**تعجب** آریہ سماج میں جہاں اعلیٰ درجہ کے اہل دماغ۔ اعلیٰ درجہ کے سپاہی اعلیٰ درجہ کے کاشتکار اور اعلیٰ درجہ کے مدبر موجود ہیں۔ اس میں بھی کلام نہیں کہ درمیانی درجہ کے لوگوں کی تعداد بھی خاصی ہے۔ رہے رنگے سیار و ناعاقبت اندیش اگر ایسے بعض ہونگے بھی تو یقیناً ان کا شمار انگلیوں پر ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ امر تو بہت ہی خوش کن ہے کہ آریوں میں خودداری۔ قربانی۔ جمعیت اور وفاداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور نفع و نقصان۔ مناسب و نامناسب کی تمیز تو تقریباً سب میں بہت ہی زیادہ ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بعض وقت ارد گرد کے برے اثرات سے متاثر ہو کر شریف سے شریف طبیعت بھی حد سے گذر جاتی ہے۔ کیونکہ غیرت کا فطرتی مادہ آخر کار جسم سے زائل نہیں ہو سکتا !!!

پس

کیا تعجب نہیں ہے کہ ایسی سوسائٹی آئے دن خانہ جنگیوں یا ہمسایوں کی شورشوں کا شکار ہوتی جائے !!!!!

**وجہ تعجب**

اس بارے میں خواہ اور اسباب بھی کام کرتے ہوں مگر یہہ امر واقعہ ہے کہ آریوں کی کثیر تعداد نے ابھی تک آریہ سماج کے بانی کو پورے طور پر سمجھنے کی کوشش نہیں کی...... دوسرے الفاظ میں آریوں نے آجتک خود دیانند بنکر کام کرنے کی ضرورت کو محسوس نہیں کیا۔ یا تو شاید اسوجہہ سے کہ ان کی رائے میں جو کام دیانند کر گیا تھا۔ وہ کافی و وافی سمجھا گیا۔ یا اس لئے کہ اپنے ہمسایوں کیطرح یہہ سمجھ لیا گیا کہ بانی و ہادی پر ایمان لانا اور اس کے ہتھیاروں کا استعمال کافی ہے اور خود ایسا بننے کی کوشش عبث اور گناہ ہے !!!!!!

موخرالذکر تو نہایت خطرناک بے سمجھی ہے مگر اول الذکر میں ناواجب سہل پسندی اور صریح منمودی پائی جاتی ہے کیونکہ اس کے یہہ معنی ہونگے کہ انہوں نے ان نہایت زبردست آتشیں ہتھیاروں کو چلانا شروع کر رکھا ہے جنکے دھارن کرنے کی نہ تو ان میں قابلیت ہی ہے اور نہ وہ انکی ماہیت و استعمال سے ہی واقف ہیں۔

آریو !!

سوچو تو سہی کہ کہیں فی الواقع موجودہ و گذشتہ تکلیفات و آفات کی وجہہ یہی تو نہیں ہے ؟ - !! !!

اگر

یہی ہے اور فی الواقع یہی ہے تو سہل پسندی اور تمرد کو ایک جھٹکے سے دور پھینکدو اور سب سے اول اس امر پر غور کرو کہ دیانند کون تھا کیونکہ تب ہی اور صرف تب ہی یہ معلوم ہو سکیگا کہ اس نے کیا کیا اور ہمیں کیا کرنا ہے۔ ؟

## دیانند کون تھا ؟

**بزرگان سلف**

اس امر پر وچار کرنے کے لیے سب سے اول ایک سرسری نظر ان بزرگوں کیطرف ڈالنے کی ضرورت ہے جنکے آگے لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کے سر جھکے ہوئے ہیں۔ نہ صرف

جنگلی اور وحشیوں کے بلکہ بڑے بڑے مدبروں۔ فاضلوں اور شہنشاہوں
تک کے نہ صرف بدمعاشوں اور بدچلن لوگوں کے بلکہ بڑے بڑے متقی اور
پرہیزگاروں تک کے۔ مگر کیا یہہ سر یونہی بلا کسی عظمت کے جھک گئے ہیں؟!
ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں۔ انسان تو کیا کوئی حیوان تک بھی دنیا میں ایسا نہیں
ملتا جو اطاعت تو درکنار۔ بلا کسی خاص عظمت کے دوسرے سے کبھی مانوس
تک ہوا ہو۔ لہذا غور کا مقام ہے کہ شری بُدھ دیو کے سامنے کیوں آسوقت
آدھی دنیا سر بسجود ہے؟ سوامی شنکراچاریہ کیوں کروڑوں لکھے پڑھے لوگ
سا شٹانگ ڈنڈوت کرتے ہیں؟ حضرت عیسے مسیح کے قدموں میں کیوں
اس زمانہ کے بڑے بڑے شاہ سر جھکائے ہوئے ہیں۔ اور حضرت محمد
صاحب کے کیوں کروڑوں انسان حلقہ بگوش ہیں؟؟؟

ماننا پڑے گا

## غیر معمولی قوت

کہ فی الواقع ان بزرگوں میں نہائت ہی غیر
معمولی ایک اس قسم کی قوت کشش تھی
جو فی زمانہ اپنے ہمعصروں میں سب پر حاوی تھی۔ یہ امر چونکہ از بس
غور طلب ہے اس لئے مناسب ہے کہ ساتھ ہی ساتھ اس عظمت یا قوت
سے کافی واقفیت حاصل کرلیجائے جس کے لئے کہ ان کی تعلیمات
پر غور کرنا ہی اولے ترین فرض ہے۔

بدھ مذہب کی تعلیم

## اعتقاد

بُدھ دیو کی تعلیم کا خلاصہ یہہ ہے کہ (۱) شونیہ ہی ایک
تتو ہے یعنی نیستی ہی ماہیت ہے (۲) دنیا لمحہ بلمحہ بدلنے
والی ہے۔ (۳) انسان کو پاکیزہ یعنی نیک رہنا چاہیے (۴) شونیہ
یا نیست ہونا ہی نروان ہے

ظاہر ہے کہ

یہہ اعتقاد چارواک کے بانی برہسپتی کی تعلیم کی کسی قدر ترمیم ہے یعنی
شونیہ یا نیستی کی بنا پر اس نے یہہ تعلیم دی تھی کہ انسان کو جذبات

کی پیروی دسیری سے ہی کام رکھنا چاہیے۔ نتایج بعد وفات کچھ نہیں ہو سکتے۔ سنہری بدھ دیونے اس کی بجائے یہہ فرمایا کہ انسان کو نیک چلنی سے حواس کی سیری میں مصروف ہونا واجب ہے۔ باقی اعتقاد وہی ہے۔ چنانچہ اس بنا پر بدھ دہرم میں شریعت حسب ذیل قرار پائی ہے

**شریعت** دنیا چونکہ لمحہ بھر رہنے والی ہے اس لئے دکھ کا گھر ہے اس سے چھوٹنے کا طریق یہ ہے کہ دنیا میں پانچ باتیں ہیں۔ (۱) روپ سکندھ یعنی شکل وصورت (۲) وگیان سکندھ یعنی اوراک (۳) ویدنا سکندھ احساس (۴) سنگیا سکندھ اسم وموسوم کے تعلقات (۵) سنسکار یعنی اثرات۔ یہہ پانچوں باتیں حواس خمسہ و انکے محسوسات ومن وبدہی سے معلوم ہوتی ہیں مگر یہہ جملہ بارہ آیہ جات جلد زائل ہو جاتے ہیں اس لئے اس طریق سے ان جملہ باتوں کی ماہیت جانکر اپنے حواس وقوا کی تقدیس کرے جسکا طریق یہہ ہے کہ بلا کسی کو تکلیف دئے دولت وغیرہ حاصل کرکے انکو آنند میں رکھے

**نتیجہ**

پس اس تعلیم کا مقصود کسی کو تکلیف نہ دینا اور دنیوی سامانوں کو اکٹھا کرکے انکو بھوگنا ہے اور دنیا کی اصلیت ہستی بتانا محض اس تعلیم کو موثر بنانے کی غرض سے ہے اور بس۔

**پس**

بلا شک وشبہہ یہہ تعلیم اگرچہ محض ویش دہرم یعنی اہل حرفت وتجارت وغیرہ کے لئے ہی گو ہو سکتی ہے۔ ریاست وغیرہ کے لئے ہرگز موزون نہیں مگر بہرطور یہہ ثابت ہے کہ مرنجاں مرنج اور صلح کل کا اصول کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا ہے۔ اور چونکہ بدھ دیو میں قوت صلح اور بردباری بدرجہ کمال موجود تھی اس لئے ابتک انسانوں کا بڑا حصہ اس کی پرستش دل وجان سے کرتا ہے

**تعلیم ویدانت**

**اعتقاد**

شری بدھ دیو کی تعلیم میں سیاست و روحانی تعلیم نہ تھی اس لیے آریہ ورت میں اس کے قدم مستقل طور پر نہ جم سکے۔ کیونکہ سوامی شنکر آچاریہ نے روحانی تعلیم کا وہ زور چلایا کہ اُسے تنکے کیطرح بہا دیا۔ یہ تعلیم ہمہ اوست کی تھی جو محض ایک ایسی قوت یا طاقت کی ہستی بتاتی ہے جو جیتن ہے اور عادتاً دنیا کی شکل میں آتی اور پھر اپنی اصلی حالت پر عود کرتی رہتی ہے۔ گویا یہ ایک ایسا وجود ہے جو بیرونی رخ کو رجوع کرنیوالی قوت سے یہ شکل دنیا اور اندرونی رخ کیطرف متحرک ہونے سے یہ شکل برہم ہو جاتی ہے۔

**شریعت**

اس تعلیم سے ہر انسان اپنے آپکو برہمہ یا خدا مان بیٹھتا ہے جس سے خود اعتمادی بے نیازی اور بے سرے کی آزادی طبیعت میں آجاتی ہے چونکہ یہ نیکیاں باستثنار موخر الذکر اعلے ترین نیکیاں ہیں اور قوت دماغی اور بلند خیالی یا بلند پروازی پر زیادہ مبنی ہیں اسلئے اسے اگر ہم برہم دھرم یا روحانی تعلیم کے نام سے موسوم کریں تو جائز ہے۔ تو اس میں شبہ نہیں کہ اس کی بے سری یا غیر محدود آزادی ایک ایسی صفت ہے کہ تمام عیوب بھی بے کھٹکے اس کے پردے میں جائز ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تعلیم سیاست و صنعت و حرفت و تجارت کی سخت دشمن ہے کیونکہ یہ استغنا پیدا کر کے دنیا سے قطع تعلق کرانے میں از بس رغبت پیدا کرتی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ اس کے پیرؤں نے ابتدا میں خواہ کتنا ہی اقتدار حاصل کیا کیونکہ جانفروشی ان کے لیے کچھ وقت طلب بات نہیں ہو سکتی مگر رفتہ رفتہ دنیا سے بیزار ہو کر سلطنت۔ دولت و حرفت و تجارت سب سے ہی محروم ہوتے رہے اور اب بالکل بے دست و پا ہو گئے۔

**نتیجہ**

تاہم یہ امر یقینی ہے کہ سوامی شنکر آچاریہ میں یہ خود اعتمادی اور بے نیازی اس درجہ کمال پر تھی کہ اب تک کروڑوں انسان اس کے آگے سربسجود ہیں۔

## مسیحی تعلیم

**اعتقاد**

روحانی تعلیم گو اس مذہب میں قطعی مفقود ہے کیونکہ یہ خود اپنی بنیاد تسلیم اقنوم ثلاثہ کی ماہیت بتانے سے معذور

ہے اور صرف باپ بیٹا اور روح القدس کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے مگر شریعت میں اس نے ایک ایسی لطافت پیدا کر دی ہے جو سابقہ ہر دو تعلیمات میں عنقا تھی۔

**شریعت** وہ کیا ہے؟ قربانی!! !! !! یعنی یہہ کہ خدا نے انسانوں کے لئے اپنے اکلوتے بیٹے کو سولی پر چڑھایا۔ گویا در پردہ انسانوں کو انسانوں کے لئے اپنی جان عزیز تک کی قربانی سکھائی ہے غالباً پادریوں میں جو قربانی کی سپرٹ رجھاؤ، دیکھی جاتی ہے

**نتیجہ** اسی کا نتیجہ ہے جسے ہمدردی کے معزز نام سے موسوم کرنا چاہئے اور جس کے کمال نے کہ مسیحی تعلیم میں کافی سے زیادہ قوت کشش پیدا کر دی ہے۔ فی الجملہ یہہ تعلیم ولیش دہرم میں کشاترد ہرم ملا دینے کی ایک نمایاں کوشش ہے۔

### اسلامی تعلیم

**اعتقاد** اسلام نے اعتقاد کے بارے میں یہ تعلیم دی ہے کہ تمام دنیا کو خدا نے نیستی سے بنایا ہے اور ایک وقت ایسا آئے گا جبکہ تمام انسانوں میں سے مسلمان جنت میں اور باقی دار العذاب میں داخل کئے جائیں گے۔ اس کے بعد کیا ہوگا اور کبتک یہ صورت قائم رہے گی اس کی بابت قرآن مجید ویسے ہی خاموش ہے جیسے کہ پیدائش سے پیشتر کی حالت پر

**شریعت** گر شریعت میں اسلام نے ایک خصوصیت پیدا کی ہے۔ یعنی مسیحی تعلیم نے جو عوام کے لئے اپنے ذاتی فوائد قربانی کرنا سکھایا تھا اسلام نے عوام کی بجائے مسلمان کو دی اور اس طرح اپنے پیرؤں کے یہہ ذہن نشین کرنے میں از حد کامیابی حاصل کی کہ خدا نے فرشتوں تک کو حضرت آدم کے روبرو سجدہ کرا کر اور مسند خلافت پر متمکن کرا کے فضیلت الانسان کو قائم کیا ہے۔ چونکہ حضرت آدم اور بنی آدم نے نافرمانی کی اسلئے خدا نے محمد صاحب کو مبعوث کیا کہ بنی آدم میں سے جو

زمرہ اسلام میں داخل ہوگا وہی اور محض وہی تمام نعمتوں اور مسرتوں کا مستحق ہوگا۔ گویا اس تعلیم کی رو سے دیگر جملہ قسم کی مخلوقات سے انسان اور انسانوں میں مسلمان افضل ترین ہیں خود حضرت محمد صاحب چونکہ اول درجہ کے مستقل مزاج و سادگی پسند تھے اسلئے شریعت کے مسائل بھی انہوں نے نہایت سادہ و مختصر رکھے اور وہی استقلال اپنے پیرووں میں بھی ودیعت کر گئے جسنے کہ بدوت کیساتھ ملکر جنگجوئی کی طبیعت کو از حد تقویت دی۔

**نتیجہ**

پس کہا جا سکتا ہے کہ اسلام نے محض کشاترہ دہرم کی اشاعت کی ہے بعدش گو مسئلہ ہمہ اوست کی تلقین نے روحانیت بھی کسیدرجہ تک سکھائی مگر تجارت اور حرفت وغیرہ سے قطعی بیزاری رہی پس

**فی الجملہ**

بدھ وویدانت مسیحی اور اسلام دنیا کے موجودہ جملہ چہار مذاہب گو فرداً فرداً متذکرہ بالا ایک ایک پہلو میں عمدہ تعلیم دیتے ہیں مگر اس میں کلام نہیں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی مکمل تعلیم نہیں دیتا۔ کیونکہ یہہ امر واقعہ ہے کہ تمام انسانی طبائع یکساں نہیں ہیں نہ ہر ایک انسان کے نشوونما کے سامان و قابلیتیں ہی یکساں ہیں نہ خود جسم انسانی ہی محض ایک عضو مخصوص ہے۔ پس تمام انسان نہ ایک قسم کی قابلیت رکھتے ہیں لہذا نہ ایک قسم کے عمل کے ہی پابند ہو سکتے ہیں یعنی نہ تمام مرتاض ہو سکتے ہیں جیسے کہ ویدانت بتلاتا ہے۔ نہ تمام دولت جمع کرنیوالے ہو سکتے ہیں جیسا کہ بدھ دہرم سکھاتا ہے نہ سارے کشتری ہو سکتے ہیں جیسے کہ اسلام کی تعلیم ہے اور نہ سارے ہی ہمدرد ہو سکتے ہیں جیسے کہ مسیحی تعلیم کا لب لباب ہے۔

اسلئے

**قدرتی تعلیم**

اب غور طلب یہہ ہے کہ آیا قدرت انسان کو ایک زمانہ میں ایک قسم کی اور دوسرے میں دوسری قسم کی ہدائت دیکر میزان عدل درست رکھنا چاہتی ہے اور کہ آیا اسطرح میزان عدل کے دونوں پلڑے برابر ہو بھی جاتے ہیں کہ نہیں۔ یا کوئی ایسی ہدائت بھی دیتی ہے کہ انسان کے

جملہ قوا ساتھ ہی ساتھ اعلےٰ ترقی کر سکیں؟ اس کے لئے پہلے خود جسم انسانی کا ہی ملاحظہ ضروری ہے۔ جس کی کہ اول تقسیم چار بڑے حصص پر بدیہی ہے یعنی گردن سے اوپر کا حصہ جس میں منہ۔ آنکھ۔ ناک۔ کان اور دماغ شامل ہے دوسرے ہاتھ جسمیں بازو۔ کلائی اور پنجہ ہے۔ سوم درمیانی حصہ جسمیں کہ سینہ دل۔ جگر۔ ران و معدہ شامل ہیں۔ چہارم حصہ زیرین مشتمل بر ٹانگوں اور پاؤں کے ہے۔ ان جملہ چہار حصص کے فرائض بالکل ایک دوسرے سے ممیز اور جداگانہ ہیں مگر ایک زنجیر اشتراک بھی ہے جو ناڑیوں اور نسوں کا مجموعہ کہلاتا ہے اور جو کھال (چرم) کے پردے سے ڈھکا ہوا ہے۔ گویا ہر حصہ کا مخصوص روشیش، کام و فرض (دھرم) جدا ہونے پر بھی ایک مشترکہ ایسا لگاؤ ہے جس میں جملہ حصص مجبوراً و عادتاً بندھے ہوئے ہیں پس اس انتظام کا مقصود یہ ہے کہ جداگانہ کام کے لحاظ سے گو ایک حصہ دوسرے پر کچھ نہ کچھ فضیلت رکھتا ہے۔ الا مشترک میں سب کی یگانگت لازمی ہے۔

## صحیفہ قدرت

چونکہ یہ یگانگت یقینی طور پر تمام انسانوں کی ایک ایسی سوسائٹی کی مقتضی ہے جس کے ممبر جملہ چہار حصص ہوں۔ اس لئے صحیفہ قدرت یعنی وید مقدس کا فرمان ہے کہ ......

...... یعنی انسانی جسم میں جو مرتبہ مکھ (حصہ بالائے گردن) کا ہے وہی انسانی سوسائٹی میں برہمن (دماغی کام کرنے والے) کا ہے۔ جو باہو (بازوؤں) کا ہے وہی کشتریوں (اہالیان ریاست) کا۔ جو شکم اور ران کا ہے وہ ویشوں (اہل تجارت و حرفت) کا اور جو ٹانگوں اور پاؤں کا ہے وہ شودروں یعنی مزدوروں کا ہے"۔

ظاہر ہے کہ اس تقسیم کا منشا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ فلاں حصہ ذلیل و ناکارہ ہے اور فلاں مقدس یا یہ کہ محض منہ کے حصہ کی نشو و نما کافی ہے دوسرے کی ضرورت نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو انکا باہم کوئی لگاؤ نہ ہوتا یعنی ایسا ہرگز نہ ہوتا کہ دماغ کی درستی و پرورش و حفاظت کا دوسرے حصص پر اور دوسروں کا دماغ پر حصر ہوتا۔ و علاوہ بذا نیز کیا یہ امر واقع نہیں کہ اگر دماغ اپنے معراج یا فرض سے

گر جائے تو ہاتھ فی الفور اسے چھپاتا کو پیٹ و سینہ غذا یا دوران خون بند کر کے سزا دینے کو اور پاؤں گرا کر اسے درود یوار سے ٹکرا کر پاش پاش کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور ایسا ہی دوسرے حصص کی خرابی پر عمل ہوتا ہے۔؟ ؟ ؟

پس

## اصول عدل

ان سب کو میزان عدل میں رکھنے کے لئے متذکرہ بالا صحیفہ قدرت یعنی وید مقدس نے ہدائت کی ہے کہ ............ یعنی سب میں پرماتما جاگزین ہے یا سب پرماتما میں جاگزین ہیں اسلئے کسیکا حق ناانصافی سے لینے کی کوشش مت کرو اپنے حق پر قانع رہو۔

یقیناً اس سے بڑھکر اور کوئی تعلیق نہیں جو اس بارے میں اصل کامیابی کا منہ دکھائے۔ کیونکہ دیانند نے بتایا ہے کہ اسکا مقصود یہ ہے کہ کسی حصہ کو دوسرے کو نیست و نابود کرنے کا کوئی حق نہیں بلکہ سب کی سلامتی اس میں ہے کہ اپنا اپنا منصبی فرض ادا کرتے ہوئے مشترکہ فرائض کی ادائگی میں بھی ساتھ ساتھ لگے رہیں

پس۔ سینے پر ہاتھ رکھکے سوچو!!

کہ وید مقدس کی یہ تعلیم موجودہ نسل انسانی کو کسنے بتائی؟ کیا محض دیانند نے نہیں۔ ایسے صحیفہ قدرت کیطرف اس زمانے کے انسانوں کو کس نے متوجہ کیا کیا محض دیانند نے نہیں؟ کیا وید مقدس اس بارے میں صرف اسیقدر تعلیم دیتا ہے؟ نہیں اس سے بہت زیادہ اور ہر پہلو میں مکمل!! !! مگر کیا دیانند کے سوائے وید مقدس کے راز کو زمانہ حال کے کسی اور فاضل نے سمجھا ہے اور سمجھکر اُسکی اشاعت کی ہے؟ یقیناً ہرگز نہیں!!!!

لہذا

بلاشک و شبہ دیانند دوان یا فاضل نہیں، عابد یا مرتاض نہیں ریفارمر یا مربی نہیں بلکہ مہرشی تھا۔ کیونکہ اس نے قدرت کے کاموں کا وید مقدس کیساتھ میلان کر کے نسل انسانی کے روبرو رکھدیا !! !! !!

لیکن

مہرشی دیانند نے ایسا کیوں اور کس حد تک کیا؟ یہہ ایک ایسا سوال ہے جس کے لیے ذرا تامل اور سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اسکا پتہ مہرشی کے اس کام سے لگیگا جو اس نے کیا ہے۔

(آریہ پانی پتی)

---

# سمواد

رسالہ آریہ مسافر ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء میں میں نے سمواد کالم کے سلسلہ کی قائمی کی تحریک کرتے ہوئے دو سوال آریہ پبلک کے روبرو پیش کئے تھے جنکا دو بھائیوں نے جواب لکھا ہے جو رسالہ ماہ جولائی میں شائع ہوا ہے۔ انمیں سے ایک مہاشے پرتاپ سنگھ جی ڈسکوی سکول ماسٹر رسالہ نمبر ۱۹ ہیں جو میرے خاص مہربان ہیں اور دوسرے میرے بزرگ بھائی لالہ رامدیال جی ودیارتھی مختار عدالت ہیں۔ میں ان ہر دو بھائیوں کا خاص طور پر مشکور ہوں کہ جنہوں نے اپنا قیمتی وقت صرف کیا ہے۔ معزز ایڈیٹر نے مجھے لکھا ہے کہ اگر میری کوئی شنکا باقی ہو تو میں لکھ بھیجوں۔ اسلئے میں ہر دو بھائیوں کے جواب کی پڑتال کرتا ہوں۔

## مہاشے پرتاپ سنگھ جی کے جواب کی پڑتال

(سوال پہلا) کے جواب میں ماسٹر جی نے پتری یگیہ کو روزانہ فرض تسلیم کرتے ہوئے پتری یگیہ کی یہہ تعریف کی ہے کہ تن دھن اور من سے ماتا پتا اور دیگر پوجنیہ بزرگوں کی شردھا پوروک پوجا کرنا جسکو میں بھی تسلیم کرتا ہوں اسکے آگے ماسٹر جی نے اس یگیہ کو روزانہ کرنیکا طریقہ بدیں الفاظ بیان کیا ہے۔

الف۔ جس صورت میں پتر اپنے پتا کی تن سے سیوا نہیں کر سکتا تو

ب۔ بصورت دیگر دھن سے اس کی پوجا کر سکتا ہے۔

ج۔ اگر تن اور دھن سے اس کی پوجا نہ کر سکے تو من سے اس کی پوجا کر سکتا ہے،

جیسا کہ یجروید ادھیاے ۲ منتر ۳۴ میں لکھا ہے کہ " ہے الیشور پیا تا بل پراکرم دینے والے ۔ اُتم ۔ رس یکت ۔ گھی ۔ دودھ ۔ سندر پکوان ۔ تھلنے پھل میرے پتروں کو کھلاتے رہو اور تربت کرتے رہو جس وہ پرسن ہو کر مجھکو ستیہ اُپدیش سناتے رہیں

ماسٹر جی آپکا مجوزہ سلسلہ تمام انسانوں پر حاوی نہیں ہو سکتا کیونکہ تمام انسان ہی تن اور دھن سے سیوا کرنے کے ناقابل نہیں ہوتے ایسی حالت تو کسی خاص انسان پر ہوتی ہے کہ جو نہ تن سے اور نہ دھن سے ماتا پتا آدی کی سیوا کر سکتا ہے۔ اس لئے اگر کچھ عرصہ کیلئے اس جھوٹ کی سلسلہ کو بالائے طاق رکھدیا جائے تو پھر تن اور دھن سے ماتا پتا آدی کی سیوا کرنے کے قابل انسان کسطرح پتری یگیہ کو روزانہ کر سکتا ہے جبکہ اس کے ماتا پتا آدی تمام بزرگ بان پرستھ آشرم میں نواس کرتے ہوں۔ اس بات پر ماسٹر جی نے روشنی نہیں ڈالی قبل اس کے کہ میں ماسٹر جی کے من سے سیوا کرنے کے بیان کردہ طریقہ پر اپنا وچار پیش کروں ماسٹر جی کو یہ بتلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ آرش گرنتھوں میں سیوا کا کیا طریقہ بیان کیا ہے۔

جو پتا ۔ پتا مہا آدمی ۔ ماتا ۔ ماتا مہا آدی تتھا آچاریہ اور ان سے بھن بھی ودوان اُدگ اوستھا اتھوا گیان سے بردھ مانیہ کرنے یوگیہ ہوں۔ ان سب کے آتماؤں کو ہتھا یوگیہ سیوا سے پرسن کیا کرو۔ سیوا کرنے کے پدارتھ یہہ ہیں۔ اُتم اُتم جل ۔ انیک ودرس ۔ گھی ۔ دودھ ۔ انیک سنسکاروں سے سدھ کئے روگ ناش کرنیوالے اُتم اُتم ان ۔ سب پرکار کے اُتم اُتم پھل ہیں۔ ان سب پدارتھوں سے ان کی سیوا سدا کرتے رہو۔ جس سے انکا آتما پرسن ہو کے تم لوگوں کو اشیرباد دیتا رہے وغیرہ (ملاحظہ ہو رگ ہا یگیہ ودہی مطبوعہ ویدک یتر الیہ اجمیر سمت ۱۹۵۵ صفحہ ۹ سطر الغایت ۱۱)

پرات دن پہیلی پور روگ ان آدی ۔ اُدک ۔ جل ۔ دودھ ۔ پھول اتھوا پھل سے پتا سمبھو شرادھ کو کرے ۔ (آرش پتری یگیہ مصنفہ پنڈت بھگت رام مطبوعہ ویدک یترالیہ اجمیر صفحہ ۴ سطر ۳ تا ۴ بحوالہ منو۔

اگنی ہوتر ودہی پورا کر کے تیسرا پتری یگیہ کرے ارتھات جیتے ہوئے ماتا پتا آدمی کی یتھاوت سیوا کرنی پتری یگیہ کہاتا ہے۔ (سنسکار ودہی مطبوعہ وید

پر لیس اجمیر سمت ۱۹۵۶ صفحہ ۱۸۲ اسطر ۱۹ - ۲۰
پتروں سے پریتی چاہنے والا - انادیہ - یہ - مول پھل اور جل سے پرلی وں
شرادھ کرے - منو سمرتی بھاشا ٹیکا پنڈت تلسی رام مطبوعہ سمت ۱۹۵۹
صفحہ ۷۰ سطر ۴ - ۵) ساتھ ہی رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا مترجمہ بابو نہال سنگھ
صفحہ ۱۶۱ سطر ۱۹ الفائت ۲۲ و صفحہ ۱۶۲ سطر الفائت ۷ ملاحظہ ہو -
ماسٹر جی نے جو من سے سیوا کرنیکا طریقہ بیان کیا ہے - اسکا کسی آرش گرنتھ
میں نشان نہیں ملتا - اس کے ثبوت میں جو یجر وید ادھیا ۲ منتر ۳۴ پیش
کیا گیا ہے - اسکا ترجمہ معلوم نہیں ماسٹر جی نے کہاں سے لیا ہے
میں ماسٹر جی کی آگاہی کے لئے رشی دیانند کے بھاشیہ سے اسکا ترجمہ نقل کر
دیتا ہوں -
ہے پتر آدکو تم میرے یوروکت گن والے پتروں کو انیک پرکار کے اوتم
اُوتم رس - سکھ پراپت کرنیوالے سوادشٹ جل - سب روگوں کو دور کرنیوالی
اوشدھی - شٹ آدی پدارتھ - دودھ - گھی - اُوتم اُوتم ریتی سے پکایا ہوا ان
تھا - رس سے چوتے ہوئے پکے پھلوں کو دیکے ترپت کرو اس پرکار تم
ان کے سیون سے ودیا کو پراپت ہو کر - پر دھن کو تیاگ کر کے اپنے دھن
کے سیون کرنیوالے ہوؤ -
(یجر وید بھاشیہ مطبوعہ پریاگ ویدک پریس سمت ۱۹۴۶ صفحہ ۱۷۹ اسطر ۹ لغائت ۱۵)
اور اس منتر کا ترجمہ سوامی جی نے پنچ مہایگیہ ودھی مطبوعہ ویدک ینترالے اجمیر
سمت ۱۹۵۵ صفحہ ۵۸ پر بھی ایسا ہی کیا ہے - اور رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا مترجمہ
بابو نہال سنگھ مطبوعہ مفید عام پریس لاہور سنہ ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۶۱ سطر ۱۶ لغائت ۲۰
میں اس منتر کا ترجمہ یہ لکھا ہے -
تم لوگ میرے باپ دادا وغیرہ بزرگوں اور منتر آچاریہ (اُستاد) وغیرہ کو خدمت
ولواضح سے خوش کرو - اور سچے علم اور بھگتی (عبادت) میں مصروف ہو کر
اپنی اپنی چیز پر صبر و قناعت رکھو - مقوی - خوشبو دار - شیریں - دلکش -
روح افزا یا قسم قسم کے کھانے پینے کی چیزوں گھی دودھ اور نہایت

عمدہ بنائے ہوئے قسم قسم کے لذیذ کھانوں۔ شہد اور پکے ہوئے پھلوں
وغیرہ سے پتروں، بزرگوں کی تواضع کرو۔ (یجروید ادھیائے ۲ منتر ۳۴)
آیئے ماسٹر جی اس منتر میں کہاں مرے سے پرارتھنا کے ذریعہ ماتا پتا آدی
کی سیوا کرنیکا ذکر آیا ہے۔

اس اصول کو قائم کر کے آپ تو پرانکوں سے بھی سبقت لے گئے۔ کیونکہ جب
آپ کے زندہ ماتا پتا آدی بذریعہ پرارتھنا ان جل آدی سے ترپت ہو سکتے ہیں
تو ان کے مرتک پتر کھانا کھلانے سے کیوں ترپت نہیں ہو سکتے

ماسٹر جی نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ پتری یگیہ کا مطلب "گرہست کی بابت
پر جو اپدیش ماتا پتا کیا کرتے تھے پورن شردھا سے ماننا اور اسپر کاربند ہونا
بیان کیا ہے۔ اگرچہ ماتا پتا کے دھرم یکت آگیا کا پالن کرنا لازمی ہے۔
مگر پتری یگیہ کے مکمل فرائض اس سے ادا نہیں ہو سکتے۔ اگر ماسٹر جی
کے بیان کردہ اصول پر تمام انسان کاربند ہو جاویں اور ان کے احکام
کی پابندی کو ہی پتری یگیہ خیال کریں تو انکو ان بستر وغیرہ کہاں سے مہیا
ہوگا۔ اور ان کی دیگر ضروریات کسطرح بہم ہونگی۔ اصل میں ماسٹر جی نے
میرے سوال کا بغور مطالعہ نہیں کیا۔ میں امید کرتا ہوں کہ اپنی پرتگیا
انوسار اسپر مفصل لکھکر میرے اعتراضوں کو دور کریں گے۔

سوال ۲ کے جواب میں ماسٹر جی نے چار دلیلیں پیش کی ہیں جنپر حسب ذیل
اعتراض ہیں:-

دلیل ۱ کے فقرہ ۱ اور فقرہ ۲ میں باہمی ورودھ ہے۔ کیونکہ فقرہ ۱
میں جب تسلیم کیا گیا ہے کہ اکاش شریر کے اندر اور باہر ویاپک ہے تو پھر
فقرہ ۲ میں پران اور اپان کے اندر اور باہر جانے آنے سے اکاش کا داخل
اور خارج ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا جہاں داخل ہوا وہاں پہلے اکاش موجود
نہیں تھا اور کیا جہاں سے خارج ہوا وہاں اکاش موجود نہ رہا جس سے
ویاپک کی تردید ہوتی ہے۔ دوسرا اکاش حرکت نہیں کرتا۔ ملاحظہ ہو اردو
ترجمہ ویشیشک درشن مترجمہ سوامی درشنانند مطبوعہ بلند شہر بار اول صفحہ

سطر ۱۳) جب حرکت نہیں کرتا تو پران اور اپان کیساتھ واخل خارج کیسے ہوا۔ حالانکہ اکاش کا کہیں ابھاؤ نہیں ہوتا (ملاحظہ ہو اردو ترجمہ وشیشک درشن صفحہ ۵۵)

دلیل ۲ کے فقرہ ۱ میں جب آپ اکاش کو عام و یاپک تسلیم کرتے ہیں تو کیا جن پرمانوؤں سے گھڑا بنایا گیا انمیں اکاش موجود نہیں تھا اگر تھا تو واخل کہاں سے ہوا اور گھڑے کے ٹوٹ جانیسے پرمانوؤں سے نکلکر کہاں گیا۔ کیا ایسی حالت میں اسکی و یاپکتا میں فرق نہیں آتا۔

دلیل ۳ یہہ بات درست ہے کہ شبد اکاش کا گن ہے۔ مگر شبد اکاش کے سہارے رہتا ہے نہ کہ شبد کے سہارے اکاش (ملاحظہ ہو اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۰۰ سطر ۲۳ لغائت ۲۶ وصفحہ ۳۰۰ سطر ۴ و ۵) کیا آگرہ موقوف میں پہلے اکاش موجود نہ تھا۔ اگر موجود تھا تو اسکی صفت شبد بھی موجود تھا۔ کیونکہ صفت موصوف کیساتھ رہتی ہے۔ اگر موجود نہ تھا۔ شبد کیساتھ شامل ہوا۔ تو جہاں اس سے اصول ٹوٹتا ہے۔ وہاں آپ کی دلیل ۲ کے فقرہ ۲ کی تردید ہوتی ہے کیونکہ وہاں آپنے اکاش کو و یاپک تسلیم کیا ہے

دلیل ۴ میں جب آپ خود تسلیم کرتے ہیں کہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۰۹ کے سوال ۱ کی و رباره اکاش جو تردید کی ہے وہ ٹھیک ہے تو اس سے آگے یہہ کیسے لکھدیا ہے کہ اُسکا تعلق اس سے نہیں۔ اس بارے میں کوئی دلیل یا ثبوت نہیں دیا۔ صاف طور پر تسلیم کرکے انکار کرنا عجب ذومعنی کلام ہے

## مہاشے رامپال جی کے جواب کی پڑتال

اگرچہ عرصہ کیلئے بزرگ دانائی کے قول کے مطابق یہ تسلیم بھی کیا جائے کہ پتری یگیہ کا ارتھ میں ماتا پتا بطور مثیل درج ہیں۔ اس میں پتر کا ارتھ بڑا اور بزرگ ہے جسمیں آچاریہ اُستاد۔ دادا دادی۔ تایا۔ چچا نانا۔ نانی وغیرہ بھی شامل ہیں تاہم میرا سوال بدستور رہتا ہے اور روز آنہ پتری یگیہ کا ہونا مشکل نظر آتا ہے کیونکہ دادا دادی وغیرہ بھی لوگ گرہستی نہیں ہونگی بلکہ وہ کسی اور آشرم میں ہونگے اور استاد بھی گوروکل میں ہی ان کی روزانہ سیوا اسطرح ہو سکتی ہے۔ جیسا روزانہ سیوا کا مفصل طریقہ میں نے مہاشے پرتاپ سنگھ جی کے جواب کی پڑتال میں معہ ثبوت بیان کردیا ہے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ جواب لکھتے وقت ودیارتھی جی کو بھی اس بات کا خیال آگیا ہے

اس لیئے اُنہوں نے اس بات سے کہ پتری یگیہ روزانہ فرائض سے ہے صاف انکار کر دیا ہے اور اس کے لیئے ایک دلیل بھی انہوں نے دی ہے کہ اگر کسی شخص کے ماں باپ اور کوئی بزرگ زندہ نہ ہوں تو یہ یگیہ کسطرح پورا ہو سکتا ہے میرے بھائی نے صرف دلیل سے کام لیا ہے اور جو دلیل دی ہے وہ بالکل ناممکن ہے کیونکہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ تمام بزرگ اُستاد ماتا پتا وغیرہ۔ عالم رکھشا کرنیوالوں میں سے کوئی بھی زندہ نہ ہو۔ چونکہ دویارتھی جی نے اس کیلئے کسی آرش گرنتھ کا حوالہ نہیں دیا۔ اسلئے میں اس بات کو بغیر ثبوت کے ماننے کے لئے طیار نہیں ہوں کہ پتری یگیہ روزانہ فرض نہیں ہے بلکہ پتری یگیہ کا روزانہ کرنا ہر ایک آریہ کا فرض لازمی ہے۔ چنانچہ اسکا حسب ذیل ثبوت ہے۔

(۱) یہہ پستک نت کرم ودھی کا ہے۔ اس میں پنچ مہا یگیہ کا ودھان ہے۔ (پنچ مہایگیہ ودھی صفحہ ا سطر ۲ و ۳)

(۲) ان نت کرموں کے پھل یہہ ہیں (پنچ مہایگیہ ودھی صفحہ ا سطر ۸)

(۳) روزانہ فرض پتری یگیہ ہے (اپدیش منجری مترجمہ مہاتما منشی رام مطبوعہ سمت ۱۹۰۳ صفحہ ۱۳۹ سطر ۱۸)

(۴) سندھیا پاسن آدی نت کرم نیچے لکھے پرمانوں سے تھا ودھی اوچت سمہ میں کیا کریں (سنسکار ودھی مطبوعہ ویدک یندرالیہ اجمیر سمت ۱۹۵۶ صفحہ ۱۷۶ سطر ۷-۸)

(۵) جسکا شبدارتھ یہہ ہے کہ چونکہ رشی۔ پتر۔ دیوتا۔ بھوت اور اتتھی گرہستیوں سے پرارتھنا کرتے ہیں اس کارن شاستر کے جاننے والے پرش کو یہہ یگیہ اوشیہ (ضروری) کرنے چاہئیں (منو سمرتی ادھیائے ۳ شلوک ۸۰ ٹیکا کلوک بھٹ مندرجہ آرش پتری یگیہ مصنفہ پنڈت بھگت رام جی صفحہ ۲)

(۶) پتروں سے پریتی چاہنے والا ان آدی سے پرتی دن شرادھ کرے (منو سمرتی ادھیائے ۳ شلوک ۸۲ بھاشا ٹیکا پنڈت تلسی رام مطبوعہ سوامی یندرالیہ میرٹھ سمت ۱۹۵۹ صفحہ ۷۷ سطر ۴-۵)

(۷) پرتی دن پریتی پوروک ان آدی سے پتھا سمبھو شرادھ کو کرے۔ (آرش پتری یگیہ مصنفہ پنڈت بھگت رام صفحہ ۴ سطر ۳-۴)

(۸) دوسری یہ آگیا ہے کہ شرادھ کرم نت پرتی کرنا چاہیے۔ اس سے پورو
بھی نت شرادھ پنچ مہایگیوں میں وہاں کیا ہے (آریہ پتری یگیہ مصنفہ پنڈت
بھگت رام صفحہ ۴ سطر ۱۳-۱۴-۱۶)

(۹) کہ سندھیا آدی کی بھانتی شٹش پتری یگیہ آدکوں کا بھی نت ہی وہاں ہونا نیسے
ورودھ نہیں ہے۔ ارتھات نت ہی اشٹ ہے (آریہ پتری یگیہ صفحہ ۵ سطر ا

(۱۰) گرہستیوں کے ان پاپوں کے پراسچت کے لئے مہرشیوں نے پرتی دن
کے پانچ مہایگیہ رچے ہیں (منو ادھیائے ۳ شلوک ۶۹ بھاشا ٹیکا پنڈت تلسی رام
صفحہ ۸۷ سطر ۱۶-۱۷)

(۱۱) ہے پتا ماتا آدی دیوان پرشو ہم لوگ تمہارے لئے جو ودیمان پدارتھ
ہیں دے نت دیویں (یجروید بھاشیہ صفحہ ۱۷۶ سطر ۷-۸ بھاشیہ ادھیائے ۲
منتر ۳۲-۳)

(۱۲) ان پانچ یگیوں کا روزمرہ کرنا ہر انسان پر فرض ہے (رگویدادی بھاشیہ
بھومکا اردو صفحہ ۱۵۹ سطر ۳-۴)

(۱۳) منو ادھیائے ۴ شلوک ۱۲ میں سروَدا لفظ صاف آیا ہے جس کے معنی
ہمیشہ ہیں (اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۱۵)

(۱۴) وید کے پڑھنے پڑھانے سندھیا اپاسن وغیرہ پانچ مہایگیوں کے کرنے
اور ہوم منتروں کی تعمیل میں تعطیل جائز نہیں ہے کیونکہ فرائض روزانہ میں تعطیل
نہیں ہوتی۔ جیسے سانس پر سانس بھر لیا جاتا ہے۔ بند نہیں کیا جاسکتا ویسے
ہی روزانہ فرائض ہر روز ادا کرنے چاہئیں کبھی چھوڑنے نہیں چاہئیں (اردو
ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۹ دفعہ ۴۴)

بخوف طوالت اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ کیا ان حوالہ جات کی موجودگی میں اب
بھی شک کی گنجائش ہے کہ پتری یگیہ روزانہ نہیں کرنا چاہیئے۔
آگے چلکر میرے بزرگ بھائی نے منوسمرتی ادھیائے ۶ شلوک ۲ کو جسکا ترجمہ یہ ہے
(کہ جب گرہستی کے سر کے بال سفید اور بدن کی کھال ڈھیلی پڑ جائے اور پوتا بھی
ہو گیا ہو تب جنگل میں جا کر رہے) ویدوں کے احکام کے برخلاف بیان کیا ہے

حالانکہ اس کے لئے کسی وید منتر کا حوالہ نہیں دیا۔ اگر یہ منتر برخلاف احکام وید ہوتا تو سوامی جی کبھی اپنے سدھانت کی پشٹی میں ستیارتھ پرکاش اور سنسکار ودھی میں درج نہ کرتے۔ اگر آپکی تحریر کے مطابق منوسمرتی موجودہ کو ویدوں کے احکام کے برخلاف تصور کیا جاوے تو ستیارتھ پرکاش میں سوامی جی نے ۲۹۵ شلوکوں کا حوالہ کیوں دیا ہے۔ اور منو کا یہ شلوک آشرم پرنالی کے بھی برخلاف نہیں ہے کیونکہ ستیارتھ پرکاش اردو صفحہ ۴۵ دفعہ ۲۹ میں اعلےٰ برہمچریہ ۴۸ سال کا بیان کیا ہے اسلئے جو اعلےٰ درجہ کا برہمچریہ کیکر گرہست آشرم میں داخل ہوں وہ ۵۰ سال کی عمر میں بان پرست کو اختیار نہیں کر سکتے اسلئے یہ بالکل درست ہے کہ جب پوتا پیدا ہو تب بان پرست آشرم میں جاوے۔ ایسی حالت میں بھی میرے سوال میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کیونکہ جب ان کے والدین بان پرست آشرم کو اختیار کریں تو وہ ان کی روزانہ سیوا بموجب احکام یجروید ادھیائے ۲ منتر ۳۴ کیسے کر سکتا ہے۔

سوال ۲ کے جواب میں اگرچہ ودیارتھی جی نے یہ صاف طور پر تسلیم کر لیا ہے کہ اکاش در اصل داخل خارج نہیں ہوتا کیونکہ وہ حرکت سے خالی ہے مگر جو پرمانوؤں میں اکاش کو دیاپک نہیں مانا اس کے لئے کوئی پرمان نہیں دیا۔ میں اپنے بزرگ بھائی کی سیوا میں دنئے پوروک نویدن کرتا ہوں کہ وہ میری شنکاؤں کو دور کرنے کے لئے اپنا قیمتی وقت ضرور صرف کریں گے اور اگر میری تحریر میں کوئی لفظ خلاف تہذیب ہو تو اس کے لئے کھما کریں گے کیونکہ میں ابھی دھارمک معاملات میں محض بچہ ہوں

ویدک دھرم کا سیوک
دیویداس آریہ ڈسکوی

# ویدک فلسفہ کی عظمت

نمبر ۳

مولوی آزاد سبحانی صاحب کے سوالات کے جوابات کا سلسلہ

---

از شریمان رام دیال جی ودیارتھی مختار عدالت ایڈیٹر ویش ہتکاری میرٹھ

**سوال نمبر ۶۔** روح سزا بھگت لینے کے بعد جب انسانی قالب میں آتی ہے تو وہ اپنے اندر پچھلے گناہ کا کچھ اثر رکھتی ہے یا بالکل پاک وصاف اور سادہ بن جاتی ہے۔ دوسری صورت میں یہ ضرور ہے کہ وہ بے عیب قالب انسانی کو اختیار کرے ورنہ اگر قالب میں ایک عیب بھی ہوا تو ماننا پڑے گا کہ روح پچھلے گناہ کا کچھ اثر باقی رکھتی تھی۔ جس کے نتیجہ میں اسکے قالب کو یہ عیب دیا گیا یا یہ مانوگے کہ گذشتہ زمانہ میں روح کو اپنے گناہوں کی پوری پوری سزا نہیں ملتی تھی بلکہ کچھ باقی رہ گئی تھی جواب قالب کو باعیب بنا کر دی گئی ہے۔ تو اب یہ لازم آئے گا کہ کرم جونی (عمل کا قالب) بھوگ جونی (سزا کا قالب) بھی ہو ان خرابیوں سے بچنے کے لئے ماننا چاہئے کہ وہ قالب بالکل بے عیب ہوگا اور سماج یہ بھی مانتا ہے کہ مکتی یافتہ روح جس قالب کو اختیار کرتی ہے وہ کامل اور بے عیب ہوتا ہے اب ہم پوچھتے ہیں کہ یہ دو انسان جنمیں ایک کی روح سزا بھگت کر آئی ہے اور دوسرے کی مکتی پاکر بالکل یکساں ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو اختلاف کی وجہ ابھی اوپر مان چکے ہیں کہ دونوں کو بے عیب قالب ملنا چاہئے کیونکہ دونوں روحیں بالکل سادی اور یکساں ہیں اگر ہیں تو وہ دو کیسے سمجھے جاتے ہیں جبکہ دو چیزوں کا دو ہونا دونکے اختلاف پر مبنی ہے اگر یہ روح کچھ اثر باقی رکھتی ہے تو اب وہ موجودہ حالت میں خواہ مخواہ بدی کیطرف مائل ہوگی اور مکتی یافتہ روح موجودہ حالت

میں نیکی کیطرف۔ پھر یہ دعوے کہ دونوں کو عمل کرنیکا بالکل یکساں موقع دیا گیا ہے اور وہ دونوں نیک عمل کرنے کے لئے بالکل آزاد ہیں۔ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اگر صحیح نہیں ہو سکتا تو کیا خدا اب بھی منصف باقی رہتا ہے اور کیا اب بھی تناسخ کا چکر انسانوں کے لئے مشینہ ہوگا۔

## جواب ودیارتھی

روح جسم انسانی میں اسوقت جنم لیتی ہے جبکہ اسکے نیک اور بد دونوں قسم کے اعمال مساوی ہوں یا نیک اعمال زیادہ ہوں ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۵۰ ناگری میں لکھا ہے۔

"جب پاپ بڑھ جاتا ہے۔ اور پن کم ہوتا ہے تو انسان کا جیو حیوان وغیرہ نیچ جسم اور جب دہرم زیادہ اور ادھرم کم ہوتا ہے تو دیو یعنی عالموں کا جسم ملتا ہے۔ اور جب پن اور پاپ برابر ہوتا ہے تو معمولی انسانوں کا جنم ملتا ہے۔ ان میں بھی پن اور پاپ کے اعلےٰ۔ اوسط۔ ادنےٰ ہونیسے انسانوں میں بھی اعلےٰ۔ اوسط ادنے جسم اور دیگر ساماں والے ہوتے ہیں۔ اور جب زیادہ پاپ کا پھل حیوان وغیرہ کے جسم میں بھوگ لیتا ہے تو پھر پاپ۔ پن کے برابر ہونیسے انسانی جسم میں جنم لیتا ہے اور زیادہ پن کا پھل بھوگ کر پھر بھی اوسط درجہ کے جسم انسانی میں آتا ہے"

یعنی جسوقت بد اعمال نیک اعمال سے زیادہ ہوتے ہیں تو موافق اعمال بد کی نوعیت کے جسم حیوانی وغیرہ ملتا ہے اور جسوقت وہ روح اعمال بد کا اسقدر زائد حصہ جس قدر کہ اعمال نیک کے مساوات سے زیادہ ہے ایک حیوانی جسم یا متعدد اجسام حیوانی میں مطابق اپنی تکلیف سزا کی نوعیت کے بھوگ لیتی ہے تو پھر اعمال نیک اور بد کے برابر ہو جانے پر انسانی قالب میں جنم ملتا ہے۔ اور بیشک انسانی جسم کرم یونی اور بھوگ یونی دونوں ہے یعنی ابھے یونی ہے۔

مشہور فلسفہ سانکھیہ میں لکھا ہے دسوتر ۱۲۴۔ ادھیائے ۵

ترجمہ۔ تین قسم کے جسموں را اعلےٰ۔ اوسط۔ ادنے) کی تین

حالتیں ہیں۔

(۱) کرم دیہہ (جو صرف کرم کرنے کے واسطے ملتا ہے جیسے آغاز دنیا میں۔

(۲) اُپ بھوگ دیہہ (پچھلے کرم بھوگنے کے لئے ملتا ہے جیسے حیوانات و نباتات

(۳) اُبھے دیہہ (پچھلے کرم بھوگنے کے لئے اور آگے کیلئے کرم کرنیکے لئے ملتا ہے۔ جیسے انسان)

اور اس میں کوئی خرابی نہیں ہے بلکہ ایشور کا عین انصاف اور رحم ہے کہ نیک اور بداعمال برابر ہونے کی حالت میں انسانی جسم دیکر روح کو موقع نیک بننے اور موکش کی تدبیریں کر کے موکش حاصل کرنے کا دیتا ہے۔ افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے ان خرابیوں میں سے ایک کا بھی اظہار نہ فرمایا جن سے بچنے کے لئے ایسا ماننے میں قباحت تھی۔ اس حالت میں ہم ان کی اور بھی تشفی کر سکتے۔

مکتی سے واپس روحیں آغاز دنیا میں جنم لیتی ہیں۔ اور اسی لئے آغاز دنیا کے انسانوں کی یونی میں بھوگ یونی کا کوئی جزو شامل نہیں ہے بلکہ وہ صرف مکتی کیواسطے افعال کرنے کی غرض سے جنم لیتے ہیں اور اسی لئے اُنکو کرم دیہہ کہا ہے یعنی صرف آگے کیواسطے کرم کرنے کے لئے ہی وہ دیہہ ملتی ہے۔ اور معمولی انسانی جسم سے ان میں حسب ذیل فوقیتیں ہیں

(۱) آغاز دنیا میں ہونے کی وجہ سے بلا ماں باپ کے اور جوان پیدا ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے حمل وغیرہ اور بچپن کی تکالیف سے آزاد رہتے ہیں۔

(۲) جوان ہی پیدا ہونے کی وجہ سے بچپن کے زمانہ کی تعلیم کی محنت کے بغیر ہی ایشور کے گیان کو حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ وید کے ملہم رشی جو آغاز دنیا میں ہی ہوتے ہیں ویدوں کا اُپدیش کرتے ہیں۔

(۳) جوان عمر کے بعد سو برس کی معمولی انسانی عمر حاصل کرتے ہیں۔

(۴) آغاز دنیا میں ہونے کی وجہ سے اور اسوقت تمام مکتی یافتہ روحوں کی وجہ سے دنیا میں کسی قسم کے گناہ یا پاپ نہیں ہوتے یا بہت کم ہوتے ہیں اسلئے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی۔

(اس حالت میں پچھلے گناہ کے اثر باقی نہ رہنے کی شق پر آپ کے جسقدر اعتراض ہیں ان کے جواب کی ضرورت باقی نہیں رہتی)

رہا آپکا یہہ اعتراض کہ "اگر روح پچھلے افعال بد کا اثر کچھ اپنے اندر رکھتی ہے تو خواہ مخواہ بدی کیطرف مائل ہوگی" نہ معلوم کس دلیل پر مبنی ہے افسوس ہے وہ دلیل بیان نہ کی۔ پچھلے افعال کا اثر باقی رہنے کے اگر مولوی صاحب نے یہ معنی سمجھے ہیں کہ خواہ مخواہ خدا نے اس کی عقل یا ہاتھ باندھ دئے ہیں کہ وہ نیک افعال نہ کرے تو غلط ہیں۔ کیونکہ ویدک فلسفہ کے بموجب انسانی جسم میں عقل ہونے کی وجہ سے نیک افعال کرنے کیلئے ہر شخص کو ہر وقت اور ہر حالت میں یکساں موقع حاصل ہے اور اگر پچھلے افعال بد کا اثر ہونے کے یہہ معنی ہیں کہ وہ پچھلے افعال بد کا نتیجہ تکلیف کی صورت میں اس جسم کے اندر اٹھائے تو صحیح ہیں اور اس سے لازم نہیں آتا کہ وہ نیک اور بد افعال کو عقل سے سوچ اور سمجھ کر نہ کرے جس طرح سے کہ ایک قیدی اور ایک آزاد شخص دونوں کو یہہ موقع یکساں حاصل ہے کہ قانون کے خلاف جرائم قتل۔ چوری۔ ضرر وغیرہ کے مرتکب نہ ہوں اسیطرح سے ہر ایک روح کو جو انسانی قالب میں ہے خواہ وہ دنیا کے درمیانی زمانہ میں کسی وقت اور کسی حالت میں اپنے جرائم سابقہ کی سزا پا رہی ہو یا مکتی سے واپس آکر آغاز دنیا میں جنم لیا ہو بوجہہ عقل دئے جانے کے یکساں موقع حاصل ہے اور پرمیشور کیطرف سے کوئی رکاوٹ نہیں ہے لیکن جسطرح جیسے شریر اور کھلاڑی لڑکے کو امتحان میں پاس ہونے کے لئے اپنی شرارت کی سزا اٹھاتے ہوئے زیادہ محنت کی ضرورت ہے اور نیک اور صرف تعلیم میں مشغول رہنے والے لڑکے کو تھوڑی محنت کی لیکن دونوں کے لئے استاد کا طریقہ یکساں ہے اسیطرح سے روحوں کے لئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آغاز یعنی موکش سے واپس آکر تمام روحوں کو یکساں موقع حاصل ہوتا ہے اس کے بعد روحیں جو نیک اور بد اعمال کر کے جنموں کو بھوگتی ہیں تو اس میں ایشور کا یا کسی اور کا کیا قصور ہے۔ ایشور نے یکساں سامان دیا تھا اور دیا ہوا ہے اور اس لئے اعلےٰ درجہ کا

مشعف ہے اور تناسخ کا چکر انسانوں کے لئے مفید ہی نہیں ہے۔ بلکہ
ایسی حالت عطا کرنیوالا ہے جسکو دنیوی اصطلاح میں نئی زندگی کہہ سکتے
ہیں۔ کیونکہ روحیں جو غلط علم اور بد اعمال کی وجہ سے الیشور کے سرور وام
آنند کو اُٹھا سکنے کے قابل نہ تھیں۔ اٹھا سکنے کے قابل بنا دیتا ہے۔
اور بد افعال کی وجہ سے خراب سنسکار جو روح میں ہو جاتے ہیں وہ لیسے
جنم میں جانے سے جہاں اس قسم کے پاپ نہیں کر سکتا مٹ جاتے ہیں۔

## سوال نمبر ۷

وہ مادہ جس میں پہلے پہل روح داخل کی گئی کیا چیز تھا آیا بسیط ذرات یا ان ذرات سے جو جسم تیار ہو وہ

اگر جسم مراد ہے تو کل اجسام میں روح داخل کی گئی یا بالبعض میں۔ پہلی
صورت میں ہر جسم ذی روح ہو گا۔ جو ہدایت اور مسلمہ آریہ سماج کے خلاف
ہے۔ دوسری صورت میں بتلاؤ کہ بعض اجسام روح کی برکتوں سے کیوں محروم
رہے۔ جبکہ روح پانیوالے اجسام کو انپر کوئی فوقیت نہ تھی۔ کیونکہ دونوں
قدیم ذرات بسیط سے ہی بنائے گئے تھے اور اگر فوقیت تھی تو ایسا کیوں ہوا
خدا نے کیوں دو قسم کے جسم بنائے۔ نیز یہ کہ اس صورت میں روح اور مادہ
میں اتصال نہ ہوا۔ بلکہ روح اور جسم میں جو ویدک عقیدے کے خلاف ہی
۔ اگر ذرات مراد ہیں تو اول یہ کہ ہر ہر ذرہ بسیط ذی روح ہو گا جو فلسفہ کے
صریح خلاف ہے۔ دوم یہ کہ ان ذرات سے جو اجسام بنائے گئے ان میں
ہزاروں روحیں ماننا پڑیں گی کیونکہ ایک جسم کی ترکیب میں ہزاروں ذرات
صرف ہوتے ہیں۔ پھر یہ سوال ہو گا کہ آیا اجسام کو ایک نئی روح بھی علاوہ
ذرات والی روحوں کے دی گئی یا نہیں۔ اگر نہیں تو اب اجسام کی تقسیم
ذی روح اور غیر ذی روح کیطرف کیونکر ہو گی جبکہ روحیں ہر جسم کے ذرات
میں موجود ہیں نیز یہ کہ اس تقدیر پر ہر ذی روح جسم میں ہزاروں مختلف
روحانی اثرات ماننے پڑیں گے جس سے اس جسم کا ایک لاینحل کشمکش
میں پھنسکر مجبور ہو نا لازم آئے گا کیونکہ ذرات والی روحوں پر کوئی حاکم

روح تسلیم نہیں کی گئی۔

## جواب وِدیارتھی

نہ معلوم مولوی صاحب کا "پہلے پہل اور لفظ جسم" سے کیا مطلب ہے!

کیا مولوی صاحب جسم کو کوئی ایسی تھیلی سمجھے ہوئے ہیں جو پہلے سے تیار رہتی ہے اور خدا اس میں روح کو داخل کر دیتا ہے! اگر ایسا سمجھے ہیں تو غلط ہے۔ خیر آغاز دنیا ہو یا اس کے بعد کا زمانہ روح کا تعلق ہمیشہ کاریہ روپ پرکرتی (مادہ بصورت معلول) سے ہوتا ہے کیونکہ شروع دنیا میں بھی

پرکرتی (مادے کی حالت علت اولین) سے اکاش یعنی خلا (بحالت معلول)..........

آکاش کے بعد وایو یعنی ہوا۔ وایو کے بعد اگنی یعنی آگ اگنی کے بعد جل یعنی پانی جل کے بعد پرتھوی یعنی زمین پرتھوی کے بعد نباتات۔ نباتات سے اناج۔ اناج سے نطفہ۔ نطفہ سے انسان یعنی جسم پیدا ہوتا ہے

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۲۲ ناگری بحوالہ تیترِیہ اپنشد)

ایشور پہلے زمین کو پیدا کرتا ہے اور پھر اس کی قدرت سے جیو بھی جسم اختیار کرتا ہے (رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا صفحہ ۹، اردو)

یعنی جب دنیا انسانوں اور حیوانوں کے رہنے کے قابل ہو لی ہے تب پرماتما روحوں کو انسانی و حیوانی قالبوں میں جسم دیتا ہے اور درمیانی زمانہ دنیا میں تو ظاہر ہی ہے کہ ماں کے حمل میں روح کا تعلق ہوتا ہے۔ لیکن ویدک فلسفہ کے بموجب جسم یعنی شریر اس شئے کا نام ہے جو روح اور مادہ سے مرکب ہے اور روح کو اندریاں یعنی آلات احساس ملے ہوئے ہوں۔ جیسا کہ نیاے درشن کے حوالے سے سوال نمبر ۵ کے جواب میں بتلایا گیا ہے۔ اس لئے روح کے اتصال سے پہلے کوئی جسم تیار نہیں ہوتا۔ محض معلول مادہ سے روح کا تعلق ہو کر بعد میں وہ جسم کی صورت میں آتا ہے۔ اس لئے بعض اور کل اجسام میں روح کے داخل ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں رہتا۔ اسی لئے یہ صورت

نہیں رہتی کہ روح اور جسم میں اتصال ہوا ہو بلکہ روح اور مادہ میں جو کہ بصورت
معلول تھا۔

گو مولوی صاحب کو آریہ سماج کے لٹریچر اور ویدک فلسفہ پر تو کافی عبور ہی
نہیں لیکن افسوس ہے تو یہ کہ انہوں نے آریہ سماج کی بنیادی کتاب ستیارتھ
پرکاش کو بھی غور سے نہیں پڑھا ورنہ ان دونوں سوالوں کی نوبت ہی نہ
آتی۔

## سوال نمبر ۶

مادہ وروح کو خدا نے فقط ارادہ سے ترکیب دی ہے یا
کسی آلہ کے ذریعہ سے اگر صرف ارادہ سے تو دنیا میں اس کی
کوئی نظیر بتاؤ۔ یعنی کبھی کسی نے ایسا کیا کہ فقط ارادہ سے چند چیزوں کو اکٹھا کرکے
ان سے ایک مرکب تیار کرلیا ہو۔

## جواب ودیارتھی

مادہ وروح کو خدا نے نہ تو ارادہ سے ترکیب دی
اور نہ کسی آلہ سے کیونکہ ارادہ محتاج کو شے غیر حاصل
اور مفید کا ہوتا ہے۔ خدا کے لئے نہ تو کوئی شے ایسی ہے جو حاصل نہ ہو اور
نہ ایسی ہے جو مفید ہو۔ اسلئے ویدک فلسفہ کے بموجب خدا کے افعال ارادی
نہیں ہیں۔

(اس کی زیادہ بحث ہم سوال نمبر ۱۵ کے جواب میں درج کرتے ہیں)

اور آلہ کی ضرورت وہاں ہوتی ہے جہاں فاعل اور مفعول کے درمیان فاصلہ
مکانی ہو۔ لیکن ایشور اور مادہ وروح کے درمیان فاصلہ مکانی بھی نہیں۔
کیونکہ وہ ہر ذرہ ذرہ اور ہر روح میں ویاپک یعنی سرائت کئے ہوئے ہے۔
ایشور کے افعال بالخاصہ لیکن علم کے ماتحت ہوتے ہیں (اس مسئلہ کو بھی ہم سوال
نمبر ۱۵ کے جواب میں واضح کرتے ہیں)

جب محرک ومتحرک میں فاصلہ مکانی نہ ہو تو محض محرک کے خاصہ حرکت سے
دو چیزیں مل جاتی ہیں، حرکت کا نتیجہ ہی دو چیزوں کو ملانا یا الگ کرنا ہوتا ہے

جسطرح سے معدہ انسانی کہ جب چند قسم کی غذا معدہ سے ملجاتی ہیں۔ تو معدہ تمام غذاؤں کو ترکیب دیکر ملا دیتا ہے اور جب قوت محرک کی ذات یا قوت متحرک میں سرائت کئے ہوئے ہو تو محرک کی خاصہ حرکت سے اجزا کی ترتیب میں تبدیلی ہوکر متحرک کی صورت میں تبدیلی ہوجاتی ہے جسطرح سے آگ جب دو چیزوں میں سرائت کئے ہوئے ہو تو محض آگ کے خاصہ سے دو چیزوں کے اجزا کی ترتیب بدل کر مرکب ایک نئی صورت میں سامنے آتا ہے

**سوال نمبر ۹** روح اور مادہ میں باہم اتصال کی قابلیت اور قوت کشش موجود تھی یا نہیں۔ اگر نہیں تو خدا نے ان میں یہ قابلیت اور قوت پیدا کرکے ان کو باہم ملایا یا بغیر پیدا کئے ہوئے۔ اگر پیدا کرکے ملایا تو یہ دعوےٰ کہ مادہ و روح کے کل خواص ان کے ذاتی ہیں۔ اور ان کا کوئی خاصہ خدا کا مخلوق نہیں ہے۔ کیونکر صحیح ہوگا۔ نیز جبکہ روح و مادہ کے بعض خواص خدا کے پیدا کردہ ثابت ہوئے تو ان کے دوسرے خواص کی نسبت کیونکر یقین کیا جاسکتا ہے کہ وہ خدا کے پیدا کئے ہوئے نہیں ہیں۔ ذاتی ہیں۔ اور پھر خود ان کی ذاتوں کی نسبت یہ یقین رکھنے کا کیا ذریعہ ہے کہ یہ خدا کی مخلوق نہیں ہیں۔ پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا کو ان خاصوں کے پیدا کرنے کی کیا ضرورت محسوس ہوئی۔ جسطرح خدا سادی حالت میں بے عمل پڑا چین کرتا تھا اور کرتا ہے۔ اسیطرح ان دونوں کو بھی سادی حالت میں پڑا رہنے کیوں نہ دیا۔ ان میں باہم ملنے اور ملکر ان جھگڑوں کے اُٹھانے کا کوئی اقتضا ہی نہیں تھا۔ اگر بغیر پیدا کئے ہوئے ملایا تو یہ دونوں ملے کیسے جبکہ ان دونوں میں ملنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ایک چیز بغیر کسی صلاحیت کے کوئی اثر قبول کرلے۔ اس کی کوئی نظیر۔ اگر ان میں ملنے کی صلاحیت اور قوت کشش موجود تھی تو پھر خدا کو ان کے ملنے میں کیا دخل خدا کا کام تو محض سوچنا اور ارادہ کرنا ہے جس سے کوئی نیا اثر نہیں پیدا ہوسکتا نیز [illegible] خدا کا وجود بھی نہیں ثابت ہوسکتا

اگر بالفرض محال خدا مان لیا جاوے تو محض بیکار۔ پانی میں جلا دینے کا خاصہ نہیں ہم لاکھ بیٹھے ارادہ کریں کہ پانی جلا نہیں سکتا۔ آگ میں جلانے کا خاصہ ہے ہم ارادہ کریں یا نہ کریں وہ جب کسی چیز سے ملے گی جلا کر چھوڑے گی

## جواب ودیارتھی

روح اور مادہ میں علیحدہ علیحدہ قابلیت اتصال موجود تھی لیکن قوت کشش نہیں۔ مولویصاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ قوت بالقوۃ و بالفعل دونوں طرح پر ہوتی ہے۔ بالقوہ وہ کہ محض قوت موجود ہو جیسے طرح مولویصاحب میں تعلیم دینے کی قوت ہے پس جبتک تعلیم نہیں دیتے وہ بالقوہ ہے۔ بالفعل وہ کہ جب مولویصاحب اپنی تعلیم دینے کی قوت کو کام میں لاکر طالبعلموں کو تعلیم دے رہے ہیں۔ پس وہ بالفعل ہے۔

جبکہ دو چیزوں میں قابلیت اتصال یا استعداد معلول بالقوہ ہو تو بالفعل ہونے پر ہی دونوں کے لئے قوت کشش ہو جاتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بغیر قابلیت اتصال کے کوئی چیز کسی چیز سے نہیں ملسکتی لیکن بغیر قوت کشش کے محرک کی حرکت دو چیزوں کو ملا دیتی ہے اور قابلیت اتصال بالقوہ حالت بالفعل میں مطابق لوحیت قابلیت اتصال کے ایک زمانہ تک انکو کشش کے ساتھ ملائے رکھتی ہے۔ مولویصاحب کا یہ کہنا کہ قابلیت اتصال ہوتے ہوئے خدا کو ان کے ملانے میں کیا دخل۔ ایسا سوال ہے کہ جو مولویصاحب کے شایان نہ تھا۔ اگر کوئی گاؤنکا آدمی کہتا تو مضائقہ نہیں تھا۔ مولویصاحب جانتے ہیں کہ قوت بالقوہ اگر غیر مدرک مثلاً مادہ میں ہو تو اس کو بالفعل میں لانیوالی کوئی مدرک طاقت ہوتی ہے کیونکہ مادے میں حرکت بذاتہ نہیں ہے۔ اگر بذاتہ حرکت ہوتی تو ایک ہی طرف اولیکہ سلسلۂ ہمیشہ مادے کے اندر حرکت پائی جاتی لیکن ایسا نہیں ہے

آگ بیشک جب کسی چیز سے ملے گی جلا کر چھوڑے گی۔ لیکن آگ سے اس چیز کو ملانیوالا کون ہوگا۔ اور آگ اور اس شے کے درمیانی فاصلہ کو مٹانیوالی کیا شے ہوگی۔ لازمی طور سے ایک تیسری محرک بالذات شے ہوگی۔

ہر ایک نباتات کے تخم میں اُگنے کی قابلیت ہے۔ اور پانی کھاد زمین میں اُگنے کی اسلئے جب کوئی تخم ایک خاص قسم کی زمین سے کھاد اور پانی کیساتھ جن میں اس کو اُگنے کی قابلیت ہے ملیگا وہ ضرور نشو و نما پا جاوے گا۔ لیکن تخم کو اس زمین میں لا کر ڈالنے والی اور پانی اور کھاد سے ملانیوالی کوئی تیسری شئے ہوتی ہے۔

یہ تو ظاہر ہی ہے کہ مادے کے مرکبات اور معلول صورت موجودہ میں نہیں تھے۔ رہی روح وہ بھی ظاہر ہے کہ اس میں خواہش مفید شئے حاصل کرنے اور تکالیف سے بچنے کی فطرتی پائی جاتی ہے۔ اور مادے کے اتصال سے اس کو یہ دونوں فطرتی باتیں نہیں ملتیں پس وہ خود مادے سے اتصال نہیں کر سکتی دوسرے یہ کہ موجودہ اجسام کی ترکیب اور خود اس سے اتصال روح کی طاقت سے باہر ہے اسلئے قابلیت اتصال بالقوہ کی موجودگی سے خدا کی عدم ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

**سوال نمبر ۱۰** مادہ اور روح کی ترکیب سے جو ایک صورت پیدا ہوئی وہ مادہ اور روح میں علیحدگی کے وقت بھی تھی یا نہیں اگر تھی تو ترکیبی صورت ثبت اس کے کہ مادہ و روح کیساتھ پہلے سے موجود تھی قدیم ٹھہری اگر نہیں تو خواہ مخواہ نیستی سے آئی تا دنیستی سے ہستی ہوئی یا نہیں۔

**جواب دیانند** مرکب یا معلول کی صورت اور صفات سب بصورت علت مادی میں ہوتی ہیں۔ نئی نہیں ہوتیں کیونکہ علت کی صفات ہی معلول میں آتی ہیں۔ ترکیبی صورت علیحدہ علیحدہ مادہ اور روح میں تھی لیکن اس سے وہ قدیم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ بحالت موجودہ نہیں تھی۔ جس طرح سونے سے زیور بنے پر وہ سب مربع۔ مثلث۔ دوائر اشکال جو اب زیور میں ہیں سونے میں تھیں کیونکہ اگر نہ تھیں تو زیور میں نہیں آسکتی تھیں لیکن موجودہ صورت جو معلول زیور میں ہے اسطرح نہیں تھی بلکہ علیحدہ شکل میں۔ جسطرح ایک موم کے ٹکڑے میں مربع۔ مثلث۔ دائرہ وغیرہ سب شکلیں موجودہ صورت کو مٹا کر بن جاتی ہیں اور ایک مٹ کر دوسری

صورت آجاتی ہے لیکن اس پہلی شکل کا عدم محض نہیں ہوتا بلکہ وہ بحالت علت علیحدہ علیحدہ حصوں میں موجود رہتی ہے

صورت صفت ہے اور اس لئے صفت بھی اپنے موصوف کے ساتھ ہی قدیم یا حادث ہوتی ہے۔ پس جب مادہ بحالت علت قدیم ہے تو اس کی صورت بھی بحالت علت قدیم ہے جسطرح مادہ کا معلول حادث ہوتا ہے صورت کا معلول بھی حادث ہے۔ اس لئے ترکیبی صورت معلول ہے اور وہ قدیم نہیں ہے بلکہ اس کی صورت علت قدیم ہے۔

## سوال نمبر ۱۱

سوالات صدر کے جواب دینے کے بعد آپ کے پاس پرمیشور کی ہستی کے جو دلائل باقی رہ گئے ہوں۔ وہ بیان کیجئے۔

## جواب ودیارتھی

گو کہ سوال نمبر ۹ میں یہ مسئلہ حل ہو گیا ہے اور جس خیال سے مولوی صاحب نے اعتراض کیا تھا وہ قائم نہیں رہا۔ تاہم ایک ایسی بنیادی دلیل دیتے ہیں جس کے مقدمات و مسلمات پر نہ موجودہ سائنس کو اعتراض ہو سکتا ہے اور نہ کسی ناستک یا اور کسی منکر وجود خدا کو اور ہمارا دعوے ہے کہ کوئی شخص اس دلیل کو قطع کر کے خدا کی غیر ہستی ثابت نہیں کر سکتا

## تعریف ایشور

ہستی مدرک۔ لا محدود۔ محرک عالم موجود ایشور ہے

(مسلمات)

(۱) عالم موجود۔ لا محدود مادے غیر مدرک اور ایک وجود مدرک محدود سے مرکب ہے۔

(دلیل) موجودات کے علم کو بتانے والے تین فلسفہ دنیا میں زیادہ مشہور ہیں۔ ویدک فلاسفی۔ فلسفہ یونانی۔ سائنس جدید۔ اصولاً تینوں اس امر

میں متفق ہیں کہ دنیا پرکرتی یا مادہ یا میٹر سے مرکب ہے جو کہ غیر مدرک ہے
اور لا محدود ہے۔ جس کی حد کو ہم نہیں جانتے اور ایک دوسرا وجود مدرک
ہے۔ یعنی ارواح انسانات وحیوانات وغیرہ۔ یہ بحث دوسری ہے کہ
وجود مدرک یعنی ارواح الگ جوہر مجرد ہیں یا مادہ کی ترکیبی کیفیت لیکن
بہر حال ایک وجود غیر مدرک یعنی مادے سے جو غیر محدود ہے اور ایک وجود
مدرک محدود سے بحالت موجودہ انکار نہیں ہو سکتا۔

(۲) مادے میں حرکت ذاتی نہیں ہے اور اس لئے وہ بنفسہٖ متحرک نہیں ہے

(دلیل) ویدک فلسفہ نے پرکرتی میں پانچ تتو یعنی پرتھوی۔ جل۔ وایو۔
اگنی۔ اکاش۔ اور فلسفہ یونان نے چار عنصر۔ خاک۔ آب۔ باد۔ آتش مانے
ہیں۔ اکاش کو فلسفہ یونان کا عنصر نہ ماننا ایک فروعی بحث ہے جس سے اصل
مطلب پر اثر نہیں پڑتا۔ لیکن بہر حال یہ بات دونوں فلسفہ مانتے ہیں کہ ان
پانچ تتو یا چار عناصر میں سے کسی میں بھی کسی قسم کی ذاتی حرکت نہیں ہے۔
فلسفہ جدید بھی ویدک فلسفہ کی طرح سے پانچ وجود یعنی ٹھوس (پرتھوی)
سیال (جل) گیس (وایو) حرارت (اگنی) ایتھر (خلا) مانتا ہے۔ اور
ٹھوس۔ سیال۔ گیس یا ایتھر میں سے کسی میں بھی حرکت ذاتی نہیں مانتا۔ یعنی
ٹھوس۔ سیال یا گیس یا حرارت سے اور سیال گیس یا حرارت اور گیس حرارت سے
متحرک ہو سکتے ہیں۔ یعنی حرارت کو فلسفہ جدید ضرور ایسا مانتا ہے کہ سب کو حرکت
دیتی ہے اور اس سے سب متحرک ہو سکتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بات بھی
مانی جاتی ہے۔ کہ وہ حرارت جو حرکت دیتی ہے خود حرکت سے پیدا ہوتی
ہے۔ اس طرح سے حرارت سے حرکت اور حرکت حرکت سے لازم آتی
ہے جس سے دور تسلسل پیدا ہوتا ہے جو باطل ہے۔ اسی لئے فلسفہ جدید
حرارت اور حرکت کے صحیح علم سے منکر ہے پس ماننا پڑتا ہے کہ مادے میں
حرکت ذاتی نہیں ہے اور وہ بنفسہٖ متحرک نہیں ہے۔

(۳) عالم میں حرکت انتظامی ہے اور عالم موجود متحرک بالانتظام ہے۔

(دلیل) یہ امر صریح ہے کہ عالم میں حرکت ہے اور وہ ایک ترکیب اور

انتظام سے ہے۔ سورج اور چاند کا وقت پر نکلنا۔ سیاروں کی باقاعدہ گردش نباتات کا مقررہ قاعدہ سے نشو و نما۔ انسانی ہستی کی مقررہ تبدیلیاں جو انسان کے ارادہ پر منحصر نہیں ہیں۔ ایک قاعدے اور ترتیب کو ثابت کرتی ہیں۔ اور قاعدہ اور ترتیب کا ہی نام انتظام ہے۔ اسی کو لا آف نیچر اور قانون قدرت بھی کہتے ہیں۔

(۴) شئے متحرک بالانتظام کا محرک مدرک ہوتا ہے غیر مدرک بذاتہٖ متحرک بالانتظام نہیں ہو سکتا۔

(دلیل) مدرک کہتے ہی اسکو ہیں جس میں علم ہو اور ترتیب اور انتظام کا ہونا علم کو ثابت کرتا ہے۔ پس حرکت بالانتظام کا منجانب مدرک ہونا لازم ہے۔ غیر مدرک مادے میں بموجب اصول مسلمہ نمبر ۲ کسی قسم کی حرکت بھی ذاتی نہیں ہے پس غیر مدرک مادہ بذاتہٖ متحرک بالانتظام نہیں ہو سکتا

(۵) متحرک غیر محدود کا محرک غیر محدود ہوتا ہے۔ محدود نہیں ہوتا۔

(دلیل) یہ مسئلہ ریاضی کے مسائل کیطرح سے مثبتہ ہے۔ اور بدیہی بھی ہے کہ کوئی مدرک محدود یعنی انسان حیوان وغیرہ غیر محدود شئے کو تو کیا اپنے سے زیادہ حد والی شئے کو بھی حرکت نہیں دے سکتا۔

محرک کو متحرک کی تمام اطراف کا علم اور اس سے نزدیکی لازمی ہے۔ لیکن انسان کا علم محدود اسکی رسائی اور قربت عالم موجود میں محدود۔ اس لئے لازمی ہے کہ غیر محدود عالم کے لئے غیر محدود محرک ہو۔

ان مسلمات سے ذیل کے مقدمات مرتب ہوتے ہیں۔

| صغریٰ | کبریٰ | نتیجہ |
|---|---|---|
| (۱) عالم موجود متحرک بالانتظام ہے۔ (مسلمہ نمبر ۳) | شئے متحرک بالانتظام کا محرک مدرک ہوتا ہے (مسلمہ نمبر ۴) | پس عالم موجود کا محرک مدرک ہے |
| (۲) عالم موجود غیر محدود ہے (مسلمہ نمبر ۱) | متحرک غیر محدود کا محرک غیر محدود ہوتا ہے (مسلمہ نمبر ۵) | پس عالم موجود کا محرک غیر محدود ہے |
| (۳) عالم موجود کا محرک مدرک و غیر محدود ہے (نتیجہ مقدمہ نمبر ۱ و ۲) | ہستی مدرک غیر محدود خدا ہے (بموجب تعریف) | پس عالم موجود کا محرک خدا ہے |

(اور یہی دعوے تھا)

## سوال نمبر ۱۲۔

خدا کو ساری کائنات کا ایک ہی دفعہ علم ہو گیا۔ یا یہ کہ وقتاً فوقتاً یعنی جب جو چیز پیدا ہوئی تب خدا کو اس کا علم ہوا۔ پہلی صورت میں معلوم سے پیشتر علم ہونا لازم آتا ہے جو ویدانت فلسفہ کے بالکل خلاف ہے۔ دوسری صورت میں خدا کے اندر تبدیلیاں لازم آتی ہیں۔ کیونکہ جو چیز آج پیدا ہوئی خدا آج سے پیشتر اسکو نہ جانتا تھا۔ آج جان گیا۔ پس انسانوں کی مانند خدا بھی ایک وقت بعض چیزوں سے جاہل ہوتا ہے اور پھر ان کا عالم بن جاتا ہے

## جواب ودیارتھی۔

ایشور ست واجب الوجود) یعنی زمانہ کی قید سے مبرا ہے اس لئے اسکا علم بھی لا تبدل اور زمانہ کی قید سے بری ہے۔ اسی وجہ سے اس میں پہلے اور بعد کا اطلاق ہی نہیں آسکتا۔ تمام کائنات جو کچھ کہ پہلے ہو چکی ہے یا اب ہے یا آئندہ ہوگی اس کا علم خدا کو ہمیشہ سے یکساں ہے اور وہ سبھاوک یعنی حضوری ہے حصولی نہیں۔ علم حصولی اسے کہتے ہیں جو عالم کو حاصل ہو شئے خارج سے کسی زمانہ معین میں۔ خدا سے کوئی شئے علیحدہ نہیں کیونکہ وہ سب میں ویاپک یعنی سرایت کئے ہوئے ہے۔ معلوم سے پہلے علم ہونیکا اطلاق یوں نہیں ہوتا۔ کہ شئے معلول کا علم علت فاعلی کو پہلے ہوتا ہے۔ اور اسی علم کے بموجب معلول بنتا ہے۔ جسطرح انجنیر کے دماغ میں عمارت کا نقشہ عمارت بنانے سے پہلے دوسری بات یہ ہے کہ ویدک فلسفہ کے بموجب عالم موجودہ پہلی مرتبہ نہیں بنا۔ بلکہ اس سے پہلے بھی بنا ہے اور اس سے پہلے بھی۔ اور اسی طرح یہ سلسلہ خدا کے افعال کے سلسلہ کے بموجب اناوی یعنی قدیمی ہے۔ کبھی یہ اطلاق نہیں ہو سکتا۔ پہلے یہ عالم کب بنا کیونکہ خدا ذات سے اور اس کے تمام افعال سلسلے قدیم ہیں۔

**سوال نمبر ۱۳۳**
خدا نے تمام چیزوں کو اکٹھا ہی پیدا کیا۔ یا بدفعات دوسری شق میں اس کی خالقیت کا متبدل و متغیر ہوتا رہنا لازم آتا ہے۔ پہلی صورت میں تمام چیزیں قدیم ٹھہرتی ہیں۔

**جواب ودیارتھی**
یہ تو بدیہی ہے کہ اشیا ہمیشہ پیدا ہوتی رہتی ہیں اور فنا ہوتی رہتی ہیں۔ یعنی بدفعات پیدا ہوتی ہیں اور فنا ہوتی ہیں۔ لیکن اس سے جو کچھ تغیر آتا ہے وہ شئے معلول میں۔ خالقیت خدا کی طاقت ہے۔ فاعل کی طاقت میں فعل سے تغیر نہیں آیا کرتا۔ جیسے انجنیر کے مکان بنا سکنے کی طاقت میں مکان بنانے یا نہ بنانے سے کوئی تغیر نہیں آتا۔

**سوال نمبر ۱۴۴**
جب خدا قدیم۔ مادہ و روح قدیم ان کی ترکیب قدیم تو کل مرکبات کیوں نہ قدیم ہوں اور جبکہ مرکبات حادث مانے جاتے ہیں تو کیوں ان کے کل اجزا و علل حادث نہ مانے جاویں۔

**جواب ودیارتھی**
اس سوال کو مولوی صاحب کی فہرست سوالات میں دیکھکر ہمیں نہائت تعجب ہوا اور ہمیں شک ہے کہ آیا یہ سوال مولویصاحب کے ہی دماغ کا نتیجہ ہے۔ یا کسی نے ملا دیا ہے۔ بہر حال اگر کسی نے نہیں ملایا ہے تو مولوی صاحب نے شاید سوالات کے نمبر پورے کرنے کے لئے اسکو رکھدیا ہے۔ کیونکہ یہہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی کہے۔ کہ انجنیر ہے اور اس میں مکان بنانے کی قابلیت اور مکان کا مصالحہ بھی موجود ہے کیوں نہ مان لیا جائے کہ مکان بنا بنایا موجود ہی یا اگر مکان موجود نہیں تو کیوں نہ مان لیا جاوے کہ انجنیر اور اس میں مکان بنانے کی قابلیت اور مکان کا مصالحہ بھی کچھہ موجود نہیں؟ یا جیسے کوئی کہدے کہ مولویصاحب موجود ہیں

اور مولوی صاحب میں تعلیم دینے کی قابلیت بھی ہے۔ اور طالب علم بھی موجود ہے تو کیوں نہ مان لیا جاوے کہ طالبعلم تعلیم یافتہ ہے؟ یا اگر تعلیم یافتہ نہیں ہے تو کیوں نہ مان لیا جاوے کہ نہ مولوی صاحب ہیں اور نہ ان میں تعلیم دینے کی قابلیت۔ اور نہ طالب علم موجود ہے؟

جس طرح جبتک فعل ساخت مکان یا فعل تعلیم نہ کیا جاوے گا نہ مکان موجود ہو سکتا ہے اور نہ طالبعلم عالم بن سکتا ہے باوجود تمام سامان و اجزا پہلے سے موجود ہونے کے بھی۔ اسی طرح علت اور علت میں قابلیت معلول موجود ہونے پر بھی جبتک فعل نہ ہو معلول نہیں ہوتا۔ اسی لئے معلول کا کسی وقت میں پیدا ہونا اور دوسرے وقت میں فنا ہو جانا لازمی ہے پس خدا۔ روح مادہ اور انکی قابلیت ترکیب قدیم ہونے پر بھی جبتک فعل ترکیب نہ ہو ان کے مرکبات قدیم نہیں ہو سکتے کیونکہ فعل کی تعریف ہی یہ ہے کہ ایک وقت پر شروع ہو اور دوسرے وقت فنا ہو جائے۔ اجزا و علل یوں حادث نہیں کہ وہ فعل سے پہلے موجود تھے۔

## سوال نمبر ۱۵

خدا کو آپ انسان کی مانند فاعل مختار مانتے ہیں۔ یا نباتات و جمادات کے مانند فاعل "بالطبع" "غیر مختار"۔ دوسری شق میں خدا غیر ذی شعور و غیر مدرک ٹھہرتا ہے پہلی شق میں اس کا ہر فعل حادث ہوگا۔ کیونکہ فاعل مختار اپنا فعل ارادہ کے بعد کرتا ہے اور جو چیز کسی کے بعد ہوتی ہے۔ حادث ہوتی ہے۔ تب خدا کا ترکیب دینے کا فعل کیونکر قدیم ہوگا اور تب سلسلہ دنیا کیونکر قدیم ہو سکتا ہے۔

## جواب ودیارتھی۔

ہم سوال نمبر ۶ کے جواب میں بتلا چکے ہیں کہ نہ تو خدا فاعل بالارادہ ہے اور نہ فاعل بالطبع مثل جمادات و نباتات کے۔ ارادہ ہمیشہ محتاج کو شے غیر حاصل اور مفید کا اور ایک وقت خاص پر بوقت احتیاج ہوتا ہے لیکن خدا نہ تو محتاج ہے اور نہ

اسے کوئی ضرورت ہے۔ اور نہ کوئی شے مفید ہے اور نہ کوئی ایسی شے ہے جو خدا
کو حاصل نہ ہو۔ دوسرا اعتراض یہ ہے۔ کہ ارادہ سے تغیر لازمی ہے اس لئے خدا
بھی متغیر ماننا پڑے گا۔

خدا فعل بالخاصہ علم و ادراک سے ساتھ ہے

فعل بالخاصہ و علم و ادراک دونوں دنیا کی کسی ایک شے میں مجتمع نہیں ملسکتے
کیونکہ اگر ایک شے میں موجود ہوں۔ تو وہی خدا ہے۔ انسان کے بہت سے فعل
ارادے سے ہوتے ہیں لیکن بہت سے ایسے ہیں جنپر انسان کے ارادے یا علم
کو دخل نہیں ہے۔ مثلاً انسانی معدہ کا فعل کہ وہ بالخاصہ ہے جبوقت کوئی شی
معدہ سے ملیگی معدہ اپنا فعل شروع کر دیگا۔ خواہ وہ شے جسم انسانی کیلئے
مضر ہو یا مفید۔ سنکھیا۔ ہیرا۔ فضلات۔ عمدہ غذا غرضیکہ جو کچھہ معدہ سے ملجائے
معدہ کا فعل اسپر یکساں ہوتا ہے۔ اگر انسانی معدہ میں زہر ہو پہنچ جائے تو اپنے
ارادے سے انسان معدہ کو اُس فعل سے نہیں روک سکتا تا وقتیکہ سنکھیا
معدہ سے علیحدہ نہ ہو جائے۔ لیکن انسان میں یہ علم ہے کہ وہ اپنے ارادے سے
چاہے تو عمدہ غذا کھائے چاہے نہ کھائے یا چاہے تو یہ دونوں کام نہ کرے
سنکھیا کھائے۔ چاہے اسکو بھی نہ کھائے۔ انسان میں یہ خاصہ نہیں ہے کہ غذا
جو کہ مفید ہے ضرور ہی کھائے اور کبھی امکان ہی نہ ہو کہ اس کو نہ کھائے یا سنکھیا
جو کہ مضر ہے اس کے کھانے پر کبھی قادر ہی نہ ہو یا یہ لازمی ہو کہ وہ اسکو ہمیشہ کھائے
اگر ایسا ہوتا تو خاصہ ہوتا۔ لیکن معدہ میں علم نہیں کہ وہ جب جب عمدہ مفید غذا آئے تب
تب ہی اپنا فعل شروع کرے۔ اور جب جب سنکھیا آئے اسوقت اپنا فعل
نہ کرے۔ پس اگر ایسا ہو کہ معدہ میں ایسا خاصہ ہو کہ جب جب مفید غذا آئے وہ
اسوقت ہی اپنا فعل شروع کرے اور کبھی امکان نہ ہو کہ اپنا فعل نہ کرے اور جب
جب سنکھیا وغیرہ اشیاء مضر آئیں تب اس کا فعل نہ ہو یا انسان میں یہ خاصہ ہو کہ
جب مفید غذا آئے تب لازمی کھائے اور امکان نہ ہو کہ وہ اس کے نہ کھانے پر
قادر ہو۔ اور جب اشیا مضر آئیں تو لازمی نہ کھائے اور امکان نہ ہو کہ وہ اس کے
کھانے پر قادر نہ ہو تو یہ خاصہ ساتھ علم اور ادراک کے ہوگا۔ کیونکہ دو چیزوں میں فرق

کا جاننا اور اُس فرق کو جان کر فعل کرنا مدرک کا کام ہے۔ اور قاعدہ وہ ہے جو ایک قسم کی چیزوں پر ہمیشہ یکساں اثر کرے۔ اس کے خلاف اثر نہ کرے۔ پس خدا اسی طرح فاعل بالخاصہ علم و ادراک کیساتھ ہے اس لئے وہ ذی شعور اور ذی ادراک رہتا ہے۔

رہا فاعل بالارادہ ہونے کی حالت میں فعل کا حادث ہونا وہ تو قائم نہیں رہتا۔ لیکن مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ فعل بھی ایک حرکت ہے اور فرق صرف اسقدر ہے کہ جب مدرک سے کسی شے میں حرکت ہوگی تو اس کو فعل کہتے ہیں اور حرکت کی تعریف ہی یہ ہے کہ جو ایک زمانہ میں شروع ہو اور دوسرے زمانہ میں فنا ہو جائے پس یوں تو فاعل متحرک کا ہر ایک فعل ہی حادث ہوتا ہے لیکن فعل دو طرح سے ہوتا ہے ایک یہ کہ فاعل خود بھی متحرک ہو اور جب مفعول کو حرکت دے۔ دوسرے یہ کہ فاعل متحرک نہ ہو اور مفعول کو حرکت دیدے۔ حرکت ہمیشہ اشیاء محدود میں ہوتی ہے۔ غیر محدود میں نہیں ہوتی۔ کیونکہ حرکت کے لئے خلا (اکاش) ہونا لازمی ہے۔ خدا غیر محدود ہے اس کے اندر یا باہر خلا نہیں ہے اس لئے اسکو حرکت نہیں ہوتی بلکہ وہ بالخاصہ بلا خود حرکت کئے اسطرح دوسری اشیاء کو حرکت دیتا ہے جسطرح سنگ مقناطیس لوہے کو پس چونکہ وہ بلا خود حرکت کے دنیا کو حرکت دیتا ہے۔ اس لئے اسکا فعل حادث نہیں ہے بلکہ اشیاء معمول کی حرکت حادث ہے۔

(باقی آئندہ)

# جواب الجواب

عرصہ ۵ ماہ کا ہوا کہ بندہ نے ایک مضمون بعنوان "اسلام اور گناہ" آریہ مسافر بابت ماہ جنوری ۱۹۱۱ء میں شائع کروایا تھا۔ اس میں ثابت کیا گیا تھا کہ ازروے مذہب اسلام گناہ کرنا جائز ہے۔ نہ صرف جائز ہی بلکہ بہت وجوہ گناہ کرنا جائز قرار دیا گیا ہے اور ہر ایک مسلمان کو جو اپنے دل میں بہشت کی تمنا رکھتا ہے گناہ کرنے کی کھلی چھٹی ہے اور نیز یہ کہ اگر مسلمان گناہ نہ کریں تو خداوند ان کو نیست کر کے ایک ایسی قوم پیدا کرے گا کہ جو گناہ کر کے خدا سے معافی مانگے گی وغیرہ

ہمارے اس مضمون کے چھپنے کے چار ماہ بعد حضرت غلام احمد مرحوم قادیانی کے مرید شیخ عبدالرحمٰن صاحب لاہوری نے مضمون مذکورہ کو سراسر قرآنی تعلیم کے خلاف سمجھکر رسالہ تشحیذ الاذہان قادیاں بابت ماہ اپریل ۱۹۱۱ء میں ایک مضمون بعنوان "اسلام گناہوں کا بیخ کن ہے" ہمارے مضمون کے جواب میں شائع کیا ہے۔ اس میں آپ نے بہت جانفشانی اور عرق ریزی سے اس امر کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ واقعی اسلام انسان کو خواہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی یا ہندو ہو گناہ کرنے کی مطلق تحریک و تحریص نہیں کرتا۔ بلکہ اسلام گناہ کے بارہ میں وہی تعلیم دیتا ہے جو کہ ایک سچی اور الہامی کتاب کی ہونی چاہیے۔ شیخ صاحب نے اس بات کو ثابت کرنے میں بہت جگہ ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ چنانچہ آپ اس بات کو اول خود ہماری زبان سے دوم تواریخ و قرآن و حدیث و عقلی صرف نحو سے پایہ ثبوت کو پہونچانے کے ساعی ہیں۔ خیر یہ تو ہوا ہی کرتا ہے کہ ہر ایک آدمی اپنے مذہب کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے مختلف علوم سے مدد طلب کیا کرتا ہے مگر لطف تو جب ہے کہ وہ مدد علوم اس کے دعوے کی پوری دلیل ہو۔ خیر ہم شیخ صاحب کو ان کی اس محنت شاقہ کے لئے مبارکباد دیتے ہیں کہ انہوں نے بہت سعی کی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اسلام کا یہ عیب چھپ

جائے اگر ان دلائل سے بھی نہیں چھپتا تو اس میں ہمارے شیخ صاحب کا کیا قصور ہے۔ شیخ صاحب تو معذور ہیں اگر قصور ہے تو قرآن شریف و فرقان مجید کا ہے جو مسلمانوں کی ساری کی ساری کوششوں کو برباد کر دیتا ہے اور ایسی بات بیش کر دیتا ہے کہ جو سراسر اس خدائے علیم جامع جمیع الصفات کے خلاف ہے قطع نظر اس کے ہم شیخ صاحب سے امید کرتے ہیں کہ وہ کبھی ایسے مسائل کی حمایت پر قلم نہ اٹھائینگے کہ جہاں قرآن اور حدیث آپ کی پیش نہ چلنے دیں۔ اسقدر بیان کرنے کے بعد اب ہم اپنے ناظرین کو شیخ صاحب کا جواب سناتے ہیں جو اپنے تشحیذ الاذہان میں ہمارے مضمون کے جواب میں شائع کروایا ہے یہ بھی یاد رہے کہ شیخ صاحب کا جواب بمقابلہ ہمارے مضمون کے بہت ہی طویل ہے۔ ہمارا مضمون صرف دو ورقوں پر ہی ختم کیا گیا ہے مگر شیخ صاحب نے ہمارے پہلے دو اعتراضوں کا جواب جو آٹھ ورقوں میں دیا ہے نہ معلوم کہ اگر وہ ہمارے تمام اعتراضوں کا جواب لکھتے تو تشحیذ الاذہان جیسے کتنے ہی رسالے کفایت نہ کرتے۔ مگر افسوس ہے تو یہ ہے کہ جواب پھر بھی باوجود طویل ہونے کے ایسا بے مغز اور ناقابل تشفی ہے کہ کوئی شخص اس کو پڑھ کر اس پر لفظ جواب کا اطلاق نہیں کر سکتا۔ لیکن خیر تاہم آپ کا جواب معہ تردید ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے ایک بات اور ظاہر کر دینے کے قابل ہے وہ یہ کہ چونکہ شیخ صاحب کا جواب بہت طویل ہے لہذا ہم ان کے ہر ایک جملہ کا جواب تحریر نہیں کر سکتے اسلئے کہ اسقدر طویل جواب کے جواب الجواب لکھنے کے لئے ہمکو قلت وقت مانع ہے البتہ شیخ صاحب کی فضول عبارت کو نظر انداز کر کے ضروری باتوں کا جواب دیتے ہیں۔

شیخ صاحب۔ آج اتفاق سے جنوری سنہ ۱۹۱۰ء کا پرچہ آریہ مسافر جالندھر میری نظر سے گذرا جس کے صفحہ ۱۵ میں ایک نامہ نگار کیطرف سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کی سرخی اسلام اور گناہ ہے۔ اس مضمون میں نامہ نگار نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ اسلام گناہ کرنے کی تعلیم دیتا ہے اور جو شخص مسلمان ہو وہ بغیر گناہ کئے مسلمان ہی نہیں کہلا سکتا مگر نامہ نگار صاحب

کی تحریر کو دیکھکر صاف پتہ لگتا ہے کہ وہ خود بھی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام گناہ کرنے سے روکتا ہے۔ مگر ہماری تعصب کیوجہ سے وہ شیریں کلام جو بالکل صاف اور سیدھا اور عین فطرت انسانی کے مطابق تھا انکو کڑوا لگنے لگ پڑا ہے چنانچہ وہ خود بھی اپنے مضمون کے ابتدا میں لکھتے ہیں کہ بادی النظر میں تو اسلام گناہ جائز قرار نہیں دیتا اور نہ ہی اس کے کرنے کی کسی مومن کو تحریک وتحریص کرتا ہے لیکن اگر اسلام کی کتب کا معائنہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں گناہ جائز قرار دیا گیا ہے اور ہر ایک مومن اس کے کرنے کے بغیر مومن کہلانے کا مستحق نہیں ٹھہرتا یعنی مومن وہ شخص کہلاتا ہے جو احکام اسلام کا اقرار باللسان کرتا ہو اور تصدیق بالقلب کا اقرار نہ کرتا ہو اب اس عبارت سے صاف پتہ لگتا ہے کہ مضمون نویس صاحب اس بات کو خود تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام بادی النظر میں گناہ سے روکتا ہے"

آریہ۔ دیکھئے صاحبان! باوجود اس کے کہ شیخ صاحب نے ہماری اصلی عبارت کو بھی نقل کر دیا ہے لیکن تاہم آپ ہمارے الفاظ بادی النظر کو نہیں سمجھے اور خواہ مخواہ اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ نامہ نگار تسلیم کرتا ہے کہ اسلام گناہ کرنا جائز قرار نہیں دیتا میں نے کب کہا کہ اسلام ہر کیف گناہ کرنا جائز قرار نہیں دیتا میرے الفاظ تو یہ ہیں کہ بادی النظر میں اسلام گناہ جائز قرار نہیں دیتا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ظاہرا اسلام گناہ کرنے کو منع کرتا ہے نہ کہ باطنی طور سے اس کو ممنوع ٹھہرتا ہے۔ آپ نے کسطرح یہ مطلب سمجھ لیا اگر یہی مطلب ہوتا تو پھر مضمون لکھنے کا کیا مطلب تھا۔ دیگر آپ فرماتے ہیں کہ ہماری تعصب کی وجہ سے وہ شیریں کلام جو بالکل صاف اور سیدھا اور عین فطرت انسانی کے مطابق تھا انکو کڑوا لگنے لگ پڑا۔ آفرین آپ کی دانش پر آپ ہمارے مضمون کو پڑھکر بھی ہم پر تعصب کا الزام لگاتے ہیں حضرت آپ تعصب کے مفہوم سے محض نا بلد ہیں تعصب کہتے ہیں کسی مضمون یا امر کی بیجا حمایت کرنے کو ہم نے تو بیجا یہ ثابت نہیں کیا کہ اسلام میں گناہ جائز ہے بلکہ قدم قدم پر ثبوت دیتے ہیں تعصب تو آپ ظاہر کرتے ہیں کہ جن کو بار ہا سمجھایا گیا کہ نہ تو قرآن خدا کا کلام ہے اور نہ دین اسلام منجانب اللہ ہے۔ مگر تسپر بھی آپ بیجا

اینٹھے ہوئے مقابلہ کرنے کو تیار ہیں۔ آپکی کہاوت تو یہ ہے "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" "بقول شخصے" فعل بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر"

**شیخ صاحب**

لیکن ایک امر جو باطنی تھا کہ جس کو وہ لوگ بھی آجتک نہ سمجھے جن کی عمریں اسلامی کتب کے پڑھنے پڑھانے میں گذر گئیں اور جنہوں نے اسلام کی تعلیم کی تہ تک پہونچنے کی بیحد کوششیں کیں اور وہ پہونچ بھی گئے تو آج آپ جیسے شخص جو کہ اسلامی تعلیم سے بالکل بے بہرہ ہیں اور محض نابلد ہیں اور جن کو اسلامی کتب کے سمجھنے کا ذرا بھی مس نہیں اور نہ ہو اسکی زبان سے واقفیت رکھتے ہیں تو اگر اس کے باطنی امر پر اعتراض کریں تو کسقدر تعجب کی بات ہے اور عقلمندوں کے نزدیک ایسے آدمی کی تحریر کس پایہ اور کسقدر سمجھی اور کس وقعت سے دیکھی جا سکتی ہے؟

**آریہ**

شیخ صاحب کی اس عبارت کو پڑھکر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت نے یہ مضمون بحالت ثبات ہوش وحواس نہیں لکھا۔ انہی حضرت کا پہلا قول ہے کہ جو زبان عربی اور اسلام کی مذہبی تعلیم سے واقف ہو وہی اسلام کے مسائل کو بخوبی سمجھ سکتا ہے دوسری طرف آپ کا فرمان ہے کہ "جن کی عمریں اسلامی کتب کے پڑھنے پڑھانے میں گذر گئیں وہ تو اسلام کے باطنی امور کو آجتک نہ سمجھے" تیسری طرف فرماتے ہیں کہ "ہر ایک شخص جس نے اسلامی تعلیم کا تھوڑا سا بھی مطالعہ کیا ہے وہ خوب سمجھ سکتا ہے کہ یہ مضمون کسقدر سچائی اور انصاف اپنے اندر رکھتا ہے" دیکھئے شیخ صاحب کے ان جملوں میں کسقدر تخالف ہے۔ ایسے آدمی کے کہنے کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ بر ایں عقل و دانش بباید گریست پھر آپ لکھتے ہیں کہ "آپ جیسا شخص جو کہ اسلامی تعلیم سے بالکل بے بہرہ اور محض نابلد ہے اور جس کو اسلامی کتب کے سمجھنے کا ذرا بھی مس نہیں اور نہ وہ اس کی زبان سے واقفیت رکھتا ہے اگر اس کے باطنی امر پر اعتراض کرے تو کسقدر تعجب کی بات ہے اور عقلمندوں کے نزدیک ایسے آدمی کی تحریر کسقدر وقعت کی نظر سے دیکھی جا سکتی ہے" معلوم ہوتا ہے کہ شیخ صاحب کی عقل پر بھی اللہ میاں کی مہر لگی ہوئی ہے جو ان کو کام نہیں کرنے دیتی

شیخ صاحب ذرا اتنا تو خیال کر لیا ہوتا کہ جس شخص نے اسلام کے استیصال پر کمر باندھی ہے وہ ضرور کچھ نہ کچھ اسلام سے واقفیت رکھتا ہے ورنہ اسلام کے خلاف وہ قلم اٹھا نہیں سکتا تھا۔ رہا آپ کا یہ کہنا کہ "وہ اس کی زبان سے واقفیت نہیں رکھتا" تو یہ کلیہ نہیں۔ ہر کسی قدر سچائی پہنچتی ہے مگر اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ جو زبان عربی نہیں جانتا وہ زبان عربی کے مطلب کو یا کتب عربی کے مطلب کو کسی اور زبان کے ذریعہ بھی حاصل نہیں کر سکتا تو میرے خیال میں آپ جیسے مولوی بھی جن کی مادری زبان عربی نہیں بلکہ تحصیلی ہے عقائد اسلامیہ سے بالکل جاہل مطلق اور محض نابلد ہیں اور نیز یہ کہ جو اعتراضات آپ وید مقدس یا آریوں کے اعتقادات پر کرتے ہیں وہ سارے کے سارے آپ لوگوں کی جہالت پر موقوف ہیں کیونکہ آپ لوگ آریوں کی کتاب مقدس کی زبان کا مطلق واقفیت نہیں رکھتے اور کسی دیگر زبان کی کتب کا مطلب کسی دیگر زبان کے معتبر ترجموں کی بدولت حاصل کر سکتے ہیں تو آپ کا ہم پر اعتراض کرنا محض آپ کی جہالت کا ثبوت ہے پس اس صورت میں میری تحریر خلاف اسلام اسی نظر سے دیکھی جائے گی کہ جس نظر سے آپکی تحریر وید مقدس کے خلاف قیاس کیجاوے گی۔

**شیخ صاحب** یہ مضمون ایک ایسا لغو اور بیہودہ مضمون ہے جس کے جواب دینے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ ہر ایک آدمی جسنے اسلامی تعلیم کا تھوڑا سا بھی مطالعہ کیا ہے وہ خوب جان سکتا ہے کہ یہ مضمون کسقدر سچائی اور انصاف اپنے اندر رکھتا ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ مبادا کوئی ناواقف شخص اس مضمون سے دہوکھہ نہ کھا جائے کیونکہ آریوں کے اکثر تمام کے تمام مضامین ایسے ہوتے ہیں جو کہ محض ناواقف لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنے کے لئے لکھے جاتے ہیں اگر یہ بات نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ باتیں بھی اسلام کیطرف منسوب کر دی جاتی ہیں جن کا اسلامی تعلیم میں اشارہ تک بھی نہیں پایا جاتا۔ جیسا کہ نامہ نگار کی فطرت بھی اس بات کو مانتی ہے۔

اسلام کے ساتھ لفظ گناہ پڑھ کر ہی مجھے تو تعجب آتا ہے اور ہر ایک انصاف پسند اور ذی عقل آدمی کو واقعی تعجب آنا چاہیئے۔

آریہ

افسوس کہ شیخ صاحب باوجود ہونے شیخ کے حق کو ناحق اور ناحق کو حق خیال کرنے لگ پڑے ہیں۔ خیر کچھ مضائقہ نہیں۔ ہم اوپر ظاہر کر چکے ہیں کہ شیخ کا جملہ "کیونکہ ہر ایک آدمی جس نے اسلامی تعلیم کا تھوڑا سا بھی مطالعہ کیا ہے خوب جان سکتا ہے کہ یہ مضمون کسقدر سچائی اور انصاف اپنے اندر رکھتا ہے" مذکورہ بالا جملہ نمبر ۱ کے بالکل خلاف ہے" لیکن ایک امر جو کہ باقی تھا اور جس کو وہ لوگ بھی آجتک نہ سمجھ سکے جن کی عمریں اسلامی کتب کے پڑھنے پڑھانے میں گذر گئیں" دیکھئے رہ ببیں تفاوت راز کجا تا بہ کجا) کہاں تو حضرت یہ فرماتے ہیں کہ جو عمر اسلامی کتب کو پڑھتے اور پڑھاتے رہے ہیں وہ آجتک اسلام کے باطنی امور کو نہ سمجھ سکے اور کہاں یہ فرماتے ہیں کہ جو تھوڑی سی بھی اسلامی تعلیم سے واقف ہو وہ اس امر کا امتیاز کر سکتا ہے کہ اس مضمون میں سچائی اور انصاف کہاں تک ہے۔ شیخ صاحب لوگوں کو دہوکہ میں پہانسنے کے لئے ہمارے مضمون کا جواب لکھتے ہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود دہوکہ کے دام میں اتنک اسیر ہیں۔ جیساکہ ہمارے مضمون اور شیخ صاحب کے جواب سے ظاہر ہے آگے چلکر آپ مندرجہ بالا عبارت کے ضمن میں بطور جملہ معترضہ آریوں پر بھی دانت پیستے ہیں کہ آریہ لوگ جو مضامین اسلام کے خلاف لکھتے ہیں وہ محض اس غرض سے لکھتے ہیں کہ لوگوں کو دہوکہ ملے ورنہ کیا وجہ ہے کہ جو باتیں وہ اسلام کیطرف منسوب کرتے ہیں اسلام میں انکا اشارہ تک بھی نہیں پایا جاتا۔ مہربان آریوں پر ناحق الزام نہ لگاؤ آریہ کے معنی سرشٹ پرش یعنی راست گفتار والے شخص کے ہیں۔ راست گو آدمی کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور نہ وہ لوگوں کو دہوکہ دینے کی غرض سے کچھ لکھتا ہے وہ جو کچھ لکھتا ہے سچ لکھتا ہے اور لوگوں کے سنگار کے لئے لکھتا ہے۔ لیکن ہاں آپ لوگوں کی تمام تحریرات جو ویدک دہرم کے خلاف لکھی جاتی ہیں محض ناواقف اشخاص کو دہوکہ دینے کی غرض سے لکھی جاتی ہیں مگر یاد رہے کہ یہ فضیلت آپ کی نہیں بلکہ اللہ میاں کی ہے جو مدت سے کافروں کو دہوکہ دیتا اور رکھتا چلا آتا ہے اور اس کی صحبت کی تاثیر آپ پر بھی ہوتی چلی آتی ہے آریہ لوگ جو کچھ اسلام کے خلاف لکھتے ہیں بلا وجہ اور بے ثبوت نہیں لکھتے بلکہ آپ کے علماء دین کے معتبر ترجموں سے لکھتے ہیں آپ ناحق آریوں کو ملزم ٹھہراتے ہیں

**شیخ صاحب** کون نہیں جانتا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت عرب طرح طرح کے گندوں میں مبتلا تھا جن میں سے انکو نکالنا سوائے ایک حد درجے کے پاک انسان کے کسی کا کام نہیں ہو سکتا اگر ان تمام گندوں کا جن میں وہ مبتلا تھے یہاں ذکر کیا جائے تو میرے خیال میں وہ خود ایک مستقل مضمون بن جاتا ہے جسکا ذکر بوجہ خوف طوالت مضمون یہاں چھوڑا جاتا ہے کیونکہ وہ ایک بدیہی امر ہے جس کا انکار اگر کوئی کور باطن اور حد درجہ کا متعصب اور تاریخ سے محض ناواقف انسان کرے تو کرے ورنہ ایک انصاف پسند تاریخ سے واقف انسان کبھی نہیں کریگا۔ تو پھر ایسے شخص کی تعلیم کی نسبت یہ کہنا کہ وہ گناہ کرنے پر انسان کو مجبور کرتی ہے ہٹ دھرمی اور مسلمانوں کا دل دکھانا نہیں تو اور کیا ہے۔

**آریہ** ناظرین۔ شیخ صاحب کی اس عبارت کا سارا دارومدار اس بات پر ہے کہ جس حالت میں کہ ملک عرب حضرت محمد صاحب کے مبعوث ہونے سے بیشتر طرح طرح کی ضلالتوں مثلاً الحاد بت پرستی زنا کاری و غارتگری وغیرہ میں مبتلا تھا اور حضرت کے آنے پر ان کی تعلیم سے وہ ان گندوں سے نکالا گیا تو پھر کسطرح کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت کی تعلیم انسان کو گناہ کرنے پر مجبور کرتی ہے وغیرہ۔ پیارے دوستو میرے خیال میں شیخ صاحب تو تاریخ سے واقف ہیں اور نہ ہی اپنی کتب مسلمہ سے واقفیت رکھتے ہیں اگر وہ ان دونوں سے ایک سے بھی واقف ہوتے تو یہ بات ہرگز نہ کہتے کہ آنحضرت نے اہل عرب میں روحانیت کی روح پھونک دی تھی اور انکو گناہ کرنے سے منع کیا تھا اور راستی اور حق پر عمل کرنے کے لئے انکو ہدایت کی تھی۔

جہانتک ہم کتب اسلام سے واقف ہیں اور ملک عرب کے باشندوں کے احوال کو جانتے ہیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی تعلیم اور اہل عرب کے افعال میں مطابقت تامہ ہے یعنی جو کچھ اہل عرب کرتے تھے اس کی تائید تعلیم اسلام ہے اس میں رتی بھر بھی فرق نہیں سنو اہل عرب سنگ اسود کو پوجتے تھے۔ مسلمان بھی سنگ اسود کو پوجتے ہیں اور اس کے مس کو موجب ازالہ گناہ

خیال کرتے ہیں۔ دیکھو تاریخ الانبیا میں لکھا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ حجر الاسود کے چومنے اور چھونے سے گناہگار گناہ سے پاک ہوتا ہے یہ پتھر ابتدا میں سپید اور نورانی تھا۔ اب بہ سبب چھونے گناہگاروں کے کالا اور بے نور ہو گیا ہے (ذکر ابراہیم صفحہ ۴ مطبوعہ مرتضائی پریس دہلی ۱۲۸۱ھ ہجری)

پھر دیکھو اہل عرب قبر پرستی کرتے تھے اور مسلمانوں کو بھی حکم ہے کہ وہ آنحضرت کی قبر کی زیارت کریں اور دوزخ کے عذاب سے بچیں۔ حدیث میں مرقوم ہے من زار قبری بعد موتی کمن زارنی فی حیاتی۔ جو کوئی میری قبر کی زیارت کرے بعد موت میری کے گویا اس نے میری زیارت کی حالت حیات میں۔ لا یدخل النار من رانی۔ دوزخ نہ جائے گا وہ جس نے مجھے دیکھا۔ من زار قبری وجبت له شفاعتی۔ جو کوئی میری قبر کی زیارت کرے اس کے لیئے واجب ہوئی شفاعت (تاریخ انبیاء صفحہ ۲۷۰ و شرح وقایہ اردو جلد اول صفحہ ۲۴۰ و عقائد اسلام صفحہ ۲۰)

پھر اور دیکھو اہل عرب دہریہ تھے مسلمان دہریہ ہیں۔ ملاحظہ کرو حدیث مشکات بخاری میں محمد صاحب کی زبانی منقول ہے ولا تقولوا یا خیبة الدهر فان الله هو الدهر۔ یعنی نہ کھونا امید زمانہ کی اسلیئے کہ تحقیق الله وہی ہے زمانہ پھر دیکھو اہل عرب زنا کاری و حرامکاری کو جائز قرار دیتے تھے اس کے مقابل میں تعلیم اسلام متعہ حلالہ وغیرہ کو جائز ٹھہراتا تھا۔ دیکھو آیت قرآن میں لکھا ہے۔ فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة ترجمہ پھر جو کام میں لائے تم ان عورتوں کو دیدو ان کا اجورہ جو مقرر ہوا (سورۃ النساء ۴ رکوع ۵)۔ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره فان طلقها فلا جناح علیهما ان یتراجعا ان ظنا ان یقیما حدود الله۔ ترجمہ پس اگر طلاق دی اسکو پس نہیں حلال ہوتی واسطے اس کے پیچھے اس کے یہانتک کہ نکاح کرے اور خصم سے سوا اس کے پس اگر طلاق دی اسکو پس نہیں گناہ اوپر ان دونوں کے یہ کہ پھر آویں آپس میں اگر جانیں یہ کہ قائم رکھیں حدیں الله کی۔ پھر دیکھو اہل

عرب جبّار و قہّار اور لوٹیرے تھے۔ محمد صاحب مسلمانوں کو بھی یہی حکم دیتے ہیں

قاتلوھم حتے لا تکون فتنۃ و یکون الدین کلہ للہ۔

ترجمہ۔ لڑو ان سے یہانتک کہ نہ رہے فتنہ یعنی غلبہ کفار کا اور ہووے دین تمام واسطے اللہ کے آگے سورہ انفال میں لکھا ہے۔ ترجمہ آیت۔ جان لو تم یہ کہ جو کچھ لوٹو کسی چیز سے پس تحقیق واسطے اللہ کے ہے پانچواں حصہ اس کا اور واسطے رسول کے اور واسطے قرابت والے کے اور یتیموں کے اور فقیروں کے اور مسافروں کے (سورۃ انفال ترجمہ شاہ رفیع الدین۔

پس ہمنے بہت سے ثبوت بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کر دئے ہیں جن سے بخوبی ثابت ہے کہ حضرت محمد صاحب نے اہل عرب میں کوئی روحانی تبدیلی پیدا نہیں کی بلکہ انکو زیادہ گناہ میں غرقاب کر دیا ہے تو پھر آپ کی بوجھ بجھی اہل دانش کے نزدیک کیا حقیقت رکھتی ہے۔ حضرت آپ معتقدات محمدی و تعلیم قرانی و احادیث مسلمانی سے بھی محض ناواقف ہیں ہم کیا کریں کہانتک آپکو سمجھائے جائیں

## شیخ صاحب

(اس میں آپ نے بہت سی قرآنی آیتیں نقل کی ہیں جن میں نیکی کرنے کی تعلیم مندرج ہے بوجہ خوف طوالت ہم ان سب کو نہیں لکھ سکتے صرف شیخ صاحب کے مطلب کو لکھ دیتے ہیں

"پھر کیا ایسی کتاب کیطرف گناہ کی تعلیم منسوب ہو سکتی ہے جس کے پیرو کاروں کو یہ سکھلایا گیا ہو کہ وہ دن میں پانچ دفعہ خدا کے حضور یہ دعا مانگا کریں

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم و لا الضالین آمین۔

کہ یا الٰہی تو ہمکو اسی راستہ پر چلاتا رہ جس پر چلکر ہم تجھ کو پالیویں یعنی ان لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے انعام کئے اور ان بدبختوں کی راہ سے ہمکو بچا لے کہ جو اپنے گناہوں کے سبب سے تیرے غضب کے مورد ہوئے اور جو تیری راہ سے دور جا پڑے ہیں۔ پھر جس کتاب کی نسبت یہ فرمایا ہو کہ لا یمسہ الا المطہرون یعنی اس کے حقائق کو وہی انسان سمجھ سکتا ہے جو اپنے اندر پاکیزگی پیدا کرے اور

جس کتاب میں یہ لکھا ہوا ہو کہ ان اللہ یحب المطہرین کہ اللہ تعالےٰ صرف پاکوں سے ہی محبت کرتا ہے پھر جو یہ بتاوے قد افلح من زکہا وقد خاب من دسہا یعنے جسنے اپنے نفس کو پاک کیا وہ کامیاب ہوگیا اور جس نے اِسکو گناہوں میں نہیں ڈالا وہ خاسب اور خاسر رہا وغیرہ

**آریہ** ہم حیران ہیں کہ ہمارے مہربان شیخ تعجب کرتے ہیں کہ جس کتاب میں ایسے حکم ہیں وہ کس طرح لوگوں کو گناہ کرنے کی ترغیب دے سکتی ہے ہم شیخ صاحب کے تعجب کو دور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ گھبراتے نہیں انسانی کتب میں تناقض ہوا ہی کرتے ہیں اور چونکہ قرآن بھی انسانی کتاب ہے لہذا اس میں بھی تناقض کا ہونا کوئی جائے استعجاب نہیں اگر آپ چونک ٹھہر تو احقر چند نقائص قرآنی آپ کی خدمت میں پیش بھی کر دیتا ہے تاکہ آپ کی تسلی ہو جاوے ملاحظہ فرمایئے قرآن فرماتا ہے ؎ یا یوہن نبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم یعنی اے پیغمبر کافروں اور منافقوں پر جہاد کر اور انپر سختی کر پھر برخلاف اس کے سورہ بقر میں مرقوم ہے کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم یعنی مقابلہ کا تمہیں حکم ہوا ہے اور یہ تمہارے واسطے مکروہ ہے پھر سورہ توبہ میں لکھا ہے قاتلو الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم آخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسول ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتیٰ یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون۔

ترجمہ آیت۔ لڑو ان سے جو یقین نہیں رکھتے اللہ اور پچھلے دن پر اور نہ حرام جانیں جو حرام کیا اسپر اللہ اور رسول نے اور نہ قبول کریں دین سچا جو کتاب والے ہیں اہل کتاب والوں سے اشارہ یہودی اور عیسائی ہیں ، جبتک دیں جزیہ ایک ہاتھ سے اور بے قدر ہیں۔ اس آیت پر مجھے حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا ایک شعر یاد آیا۔ بقول سعدی ؎

گربہ مسکین اگر پر داشتے ۔ تخم گنجشک از جہاں برداشتے

اس کے خلاف سورہ بقر میں آیا ہے لا اکراہ فی الدین یعنی دین میں زبردستی سے مقابلہ کرو یونس آیت ۹۹،۹۷

(۳) پھر قرآن کی بہتری آیات میں مندرج ہے کہ خدا عادل ہے مگر اور آیتوں میں اسکی برخلاف لکھا ہے کہ "خدا جس کو چاہتا ہے اس کو ہدایت کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ضلالت میں لے جاتا ہے اور بعضوں کی قسمت بد بنا دی اور پھر انکو سزا دیتا ہے سورہ یٰسین کی ۸ آیت اور سورہ انعام ۳۸ آیت اور ۳۵ آیت اور سورہ بنی اسرائیل کی ۴ آیت اور سورہ بقر کی ۶ و ۷ آیات ملاحظہ کرو۔

(۴) قیامت کے حق میں سورہ سجدہ کی آیت ۴ میں مذکور ہے کہ وہ ہزار برس کا ہوگا برخلاف اس کے سورہ معارج کی ۴ آیت میں لکھا ہے کہ پچاس ہزار برس کا ہوگا اور سورہ نحل میں لکھا ہے کہ روز قیامت کا کام ایک نگاہ میں ہوگا۔

(۵) پھر سورہ انبیا میں لکھا ہے ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولیٰک عنھا مبعدون یعنی جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی ہو چکی ہے وہ لوگ دوزخ سے دور رہیں گے مگر پھر دوسری جگہ اس کے خلاف لکھا ہے کہ ان منکم الا واردھا۔ یعنی کوئی آدمی نہیں یعنی سب آدمی نیک و بد ضرور ایکدفعہ دوزخ میں جائیں گے۔

(۶) پھر قرآن سورہ بقر میں پہلے یہ حکم آیا ہے کہ بیت المقدس کیطرف سجدہ کرو پھر برخلاف اس کے یہ حکم صادر ہوکہ مکہ کیطرف سجدہ کرو۔ دیکھو یہی سورت۔

(۷) پھر قرآن میں مرقوم ہے فان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین یعنی اگر تم میں بیس صابر لوگ ہوں تو ۲۰۰ پر غالب ہونگے پھر اس کے خلاف قرآن میں آیا ہے الان خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفاً فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین یعنی اسوقت خدا نے تمکو تخفیف کر دی اور جان لیا کہ تم میں ضعف ہے پس اگر تم میں سو آدمی صابر ہوں تو ۲۰۰ پر غالب ہونگے الخ

(۸) سورہ نساء رکوع ۲۲ آیت ۱۵۶-۱۵۷ میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح مرے نہیں بلکہ خدا تعالےٰ نے آسمان پر انکو زندہ اُٹھا لیا لیکن پھر اس کے خلاف سورہ نساء رکوع ۱۶ میں لکھا ہے کہ مسیح مر گیا اور نیز سورہ آل عمران ۶ رکوع میں مسیح کے مرنے اور جی اُٹھنے اور آسمان پر جانے کا بیان ہے پھر سورہ

مائدہ میں تو اس بات کا کافی ثبوت ہے دیکھو مسیح کا قول مندرجہ سورہ مائدہ ۱۶ رکوع
"پس جب وفات دی تو نے مجھکو تھا تو ہی نگاہ بان اوپر اُن کے۔
اُمید ہے کہ اب شیخ صاحب اس بات میں تعجب نہ کریں گے کہ جو کتاب نیکی کی تعلیم دیتی ہے وہ کس طرح پھر بدی کرنے کی تعلیم دے سکتی ہے۔

**شیخ صاحب** ایسے ایسے صریحاً احکام کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی یہ کہے کہ اسلام زنا کو جائز قرار دیتا ہے تو ناظرین خود ہی رائے لگا سکتے ہیں کہ کیا ایسا آدمی تعصب سے خالی اور عقلمند سمجھا جا سکتا ہے

**آریہ** ہم اس بات کا اوپر فیصلہ کر چکے ہیں کہ انسانی کلام باوجودیکہ ایسے ایسے صریح احکام دیتے ہوئے بھی گناہ کرنے کی تعلیم دے سکتا ہے
باقی رہا ہمارا تعصب اور تمہارا تعصب اور ہماری عقلمندی اور تمہاری عقلمندی بیشک ناظرین خود ہی اس بات کا اندازہ کرلینگے آپکے کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔

**شیخ صاحب** اب میں اس حدیث کے معنی کرتا ہوں جس کی بنا پر نادان معترض نے نہایت ہی کم فہمی اور کم سمجھی سے اسلام پر زنا اور چوری جیسا بدنما دھبہ لگانے کی کوشش کی ہے۔ وہ حدیث یہ ہے جو ابو ذر رضی اللہ تعلےٰ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں۔ اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو نائم علیہ ثوب ابیض ثم اتیتہ فاذا ھو نائم ثم اتیہ وقد استیقظ فجلست الیہ فقال ما من عبد قال لا الہ الا اللہ ثم مات علی ذالک الا دخل الجنۃ قلت وان زنی وان سرق قال وان زنی وان سرق قلت ان زنی وان سرق قال ان زنی وان سرق ثلاثا الخ

شیخ صاحب کا ترجمہ۔ یعنی اس حدیث کے یہ ہیں۔ ابو ذر رضی اللہ تعالےٰ سے کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس حال میں کہ آپ سوئے ہوئے تھے۔ آپ پر سفید کپڑا پڑا ہوا تھا۔ پھر میں آیا پس اسوقت بھی آپ سوئے ہوئے تھے۔ پھر میں آیا تو آپ اسوقت بیدار بیٹھے تھے پس میں آپکے پاس بیٹھ گیا۔

اور آپ نے فرمایا کہ ایسا کوئی آدمی نہیں جو لا الہ الا اللہ کہے اور پھر مرتے دم تک اسپر قایم رہے اور پھر وہ جنت میں داخل نہ ہو یعنی ضرور داخل ہوگا۔ میں نے (ابو ذر رضی اللہ عنہ) نے کہا اگر وہ زنا کر چکا ہو اور چوری کر چکا ہو۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں اگرچہ چوری اور زنا کر چکا ہو پھر اسی بات کو تین دفعہ دہرایا گیا یہ ایک ایسی صاف اور سیدھی حدیث ہے جس میں اس بات کا اشارہ تک بھی نہیں کہ زنا اور چوری اسلام میں جائز ہے مگر نادان معترض نے محض مسلمانوں کا دل دکھانے کے لئے اپنی بدباطنی کی وجہ سے اس کے الٹ پلٹ معنی کر کے اعتراض جڑ دیا ہے۔ چنانچہ آپ اس کے یہ معنی کرتے ہیں پس رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمانے لگے جو کوئی کہے لا الہ الا اللہ اور اسپر قایم رہ کر مرے وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ یہاں تک تو آپ سیدھی طرح معنی کرتے چلے گئے ہیں مگر آگے چلکر یہ حاشیہ (یعنی صرف زبان کے اقرار سے بدون اعمال نیک کے) معترض نے اپنی طرف سے جڑ دیا ہے جسکا حدیث کے لفظوں میں نام و نشان تک بھی نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ "ثم مات" کے لفظ سے یہ دھوکہ کھایا ہے اور عربی زبان کی ناواقفیت کی وجہ سے اس کے معنی یہ کر دیئے ہیں کہ ادہر وہ لا الہ الا اللہ کہے اور ادہر اس کی جان نکل جائے۔ میں حیران ہوں کہ جس [illegible] کے سمجھنے کا ذرا بھی مس ہو ایسا اعتراض کرنے کی جرات کس ہو سکتی ہے مگر جب ہم غور کر کے دیکھتے ہیں تو صاف پتہ لگتا ہے کہ اس کی وجہ صرف عربی زبان سے ناواقفی ہی نہیں بلکہ دیدہ دانستہ مسلمانوں کا دل دکھایا گیا ہے۔ کیونکہ خود معترض صاحب اس کے معنی کرتے ہیں کہ جو کوئی لا الہ الا اللہ پر قایم رہ کر مرے وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ پھر جب وہ اس کلمہ طیبہ پر قائم رہ کر مرے گا تو پھر کسطرح ہو سکتا ہے کہ وہ لا الہ الا اللہ کہتے ہی مر جائے حالانکہ وہاں تو اسپر قائم رہنے کی شرط لگی ہوئی ہے اور قائم وہی رہیگا جو اس قول کے کہنے کے بعد بھی زندہ رہے اور "پھر ثم" کا لفظ صاف ظاہر کرتا ہے کہ اس کلمہ طیبہ کے کہنے کے بعد وہ اسپر کاربند بھی رہے کیونکہ "ثم" کا لفظ عربی زبان میں تعقیب مع التراخی کے لئے آتا ہے۔ یعنی اس مطلب کے اظہار کے

لئے کہ "ثم" کے ماقبل کے وقوع کے بعد فوراً ہی اس کے مابعد کا وقوع نہیں ہو جاوے گا۔ بلکہ کچھ دیر کے بعد اس کے مابعد کا وقوع ہوگا۔ پس اس حدیث سے تو صاف پتہ لگتا ہے کہ اس کلمہ طیبہ کے کہنے والا ضرور ہے کہ اسپر کاربند بھی رہا ہو جیسا کہ مات علیٰ ذالک بھی اس امر کی تائید کرتا ہے

**آریہ** شیخ صاحب۔ گالیاں اور دشنام دہی سے کہیں اسلام کی ٹوٹی عمارت مرمت ہو جاوے گی ہرگز نہیں۔ آپ کی دشنام دہی سے آپ کی فطرت کا اور آپ کے مذہب کا ثبوت ملتا ہے حضرت میں نے لٹے معنی نہیں کئے ہیں بندہ نے جو کچھ لکھا ہے آپ ہی کے علماء کے قول کے مطابق لکھا ہے آپ تو خواہ مخواہ مسلمانی فطرت دکھلانے لگ پڑتے ہیں۔ شاباش آپکو اور آپ کے اسلام کو جو آپکو سخت کلامی کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ مہربان روئی کان سے نکالکر ذرا سموع فرمائیے کہ بندہ نے جو حاشیہ آپ کی حدیث لفظ پر چڑھایا وہ لفظاً اسمیں موجود نہیں ہے لیکن حدیث کے مطلب سے اسکا اظہار ہوتا ہے دیکھئے ابوذر کا تین دفعہ متعجب ہو کر ان سرق پوچھنا اور اس بات کو ناگوار سمجھنا جیسا کہ پوری حدیث لکھنے سے عیاں ہے اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ یہاں اقرار سے مطلب بدون اعمال نیک کے اقرار سے ہے۔ آپ اوچھے کیوں ہیں۔ (باقی آئندہ)

# نوٹس

# مسلمانان روس

اخبار الحکم مطبوعہ ۱۴ اگست سنہ رواں میں بعنوان مندرجہ بالا ایک مضمون چھپا ہے کہ گورنر جنرل تاشقند دررسی ترکستان نے ایک سرکلر بدیں منشا جاری کیا ہے کہ تمام مسلمانان ترکستان اپنی مساجد و خانقاہوں اور مدرسوں وغیرہ میں قیصر اور قیصرہ روس کی تصاویر آویزاں کریں اور گورنر تاشقند نے جبراً اس حکم کی تعمیل کا حکم صادر کر دیا ہر چند مسلمانوں نے واویلا کی مگر کچھ بھی سماعت نہیں ہوئی مسلمانوں پر بڑا ظلم ڈھایا گیا۔

اہل اسلام بادشاہ کو ظل اللہ یعنی سایہ خدا کہا کرتے ہیں اور یہ حدیث بھی معتبر و مشہور ہے کہ الناس علیٰ دین ملوکہم یعنی رعایا اپنے بادشاہ کے دین کی مقلد ہوا کرتی ہے۔ علاوہ براں اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم اس آیت قرآنی کی رو سے بھی خدا اور رسول کے بعد بقول مسلمانوں کے بادشاہ وقت کی اطاعت فرض ہے جس پر ہمارے اسلامی معاصرین بڑے زور سے استدلال کر رہے ہیں اور کوئی پرچہ اسلامی اس تذکرہ سے خالی نظر نہیں آتا کیا زار روس مسلمان رعایا کا اولی الامر نہیں قرار پا سکتا جبکہ بقول مسلمانان ہند بادشاہ انگلستان مسلمانان ہند کے اولی الامر ہیں تو زار روس بھی علیٰ ہذا القیاس مسلمانان علاقہ روس کے اولی الامر ثابت ہو چکے ان کے احکام کی تعمیل ان کی مسلمان رعایا پر واجب ٹھہری اگر برا نہ منایا جائے مذکورہ صدر ہمارے نزدیک زار روس کا یہ حکم ظالمانہ نہیں بلکہ شرع اسلام سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اگر مسلمانوں کو اس پر یہ اعتراض ہو کہ مسجد میں تصاویر کی موجودگی سے نماز درست نہ ہوگی تو ہم پوچھتے ہیں کہ ہندی مسلمان جب انگریزی سکہ کے چہرہ دار روپیہ اپنی جیب میں رکھکر نماز پڑھا کرتے ہیں تو وہ اسوقت اس بات کا خیال نہیں رکھتے کہ یہ بھی ایک قسم کی بت پرستی ہے۔ کیونکہ سکہ پر تصویر موجود ہے مسجد کی تصویر تو نمازیوں سے دور نما علیحدہ آویزاں

ہوگی یہہ تصویریں ہمیشہ جیب کے اندر جان کے ہمراہ رکھتی ہیں نمازی لوگ خدا کو سجدہ کریں گے کہ تصویر کو۔

# خود فضیحت دیگران نصیحت

ہمارے اسلامی معاصرین ایک مدت سے شاکی اس امر کے ہیں کہ سوامی دیانند جی مہراج نے ہمارے پیشوایان مذہب کی نسبت عموماً اور دین اسلام و بانی اسلام کی نسبت خصوصاً بہت سخت زبانی سے کام لیا ہے مگر صراحت اس کی ابتک کسی نے بھی نہیں کی تھی ہمیں پرکاش لاہور نے جو اشاعت حال میں الحق دہلوی کے جواب نعرۂ حیدری کے متعلق عام طور پر غیر مہذبانہ لہجہ اخبارات اسلام در آریہ سماج کی نسبت نفرت کا اظہار کیا ہے اس کے جواب میں اہلحدیث نے پرچہ ۲۴ جون ۱۹۱۰ء میں اول تمام فقرات کا اقتباس صفحہ وار ستیارتھ پرکاش سے نقل کر کے اپنی صداقت تحریر کی داد چاہی ہے۔ معترض کو اول اس بات پر بخوبی غور کرنا چاہئے کہ سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ بیان کر دینا کوئی ناجائز امر نہیں بلکہ انتہا درجہ کی صداقت پر دال ہے۔ انگریزی قانون کے مطابق بھی ازالہ حیثیت عرفی میں کوئی سچی بات بیان کرنا جس میں بدنیتی نہو حتی کہ عدالت کی کارروائی تک کا ظاہر کر دینا کوئی جرم نہیں سوامی جی نے جسقدر اعتراض مذہب اسلام پر کئے یا پیشوایان اسلام کے اخلاق ظاہر کئے۔ کیا وہ ان کے طبعزاد تھے۔ عام طور پر یہ نکتہ چینی انکی بروے قران و تفسیر وغیرہ تھی جو مسلمہ علماء اسلام ہے پھر اس میں ناراض ہونے کی کونسی بات تھی اہلحدیث کا عتاب علماء اسلام پر ہونا چاہئے نہ کہ سوامی جی پر۔ ہاں اگر کوئی بات خلاف واقع جھوٹ ستیارتھ پرکاش میں انہوں نے لکھدی ہو تو معترض پیش کرے آریہ سماج اس بحث کے لئے ہر وقت طیار ہے۔ اسلامی معاصرین جب چاہیں اس بحث کو چھیڑ کر اپنا شک رفع کر لیں۔

سردست ہم چند فقرات ستیارتھ پرکاش مندرجہ اہلحدیث کو بطور مشتے نمونہ از خروارے یہاں لکھتے ہیں۔ مثلاً دیکھیئے خدا کی بعلمی - یہہ تحریر قران کسی عالم کی نہیں بلکہ جاہل کی ہے۔ معجزے کی باتیں سب فضول اور سادہ لوحوں کے بہکانے کے لئے گھڑی گئی ہیں۔ خدا مسلمانوں کو فساد کرنے پر کیوں آمادہ کرتا ہے۔ خدا دہوکا اور فریب کرتا ہے۔ مصنف قران علم طبعیات کو بھی نہیں جانتا۔ قسم کا کھانا جھوٹونکا کام ہے۔ مسلمانوں کا خدا محدود المکان ہے قران کے خدا اور پیغمبر محمد صاحب بڑے شہوت پرست تھے بیٹے کی جورو سے نہ رک سکے تو اور کس سے رکے ہونگے لونڈے بازی کی بنیاد قران میں ہے۔"

غرضیکہ اسی قسم کے اقتباسات اہلحدیث نے لکھے ہیں جن میں سے تھوڑے سے نقل کرکے بخوف طوالت سب ہمنے نہیں لکھے۔

اب معترض صاحب فرمائیں ان میں سے کونسی بات جھوٹ ہے تاکہ ہم اسکو آپ ہی کی کتب مذہبی سے ثابت کردکھائیں۔ سب سے پہلے مباحثہ مذہبی میں مسلمانوں نے ابتدا کی تحفتہ الہند مصنفہ شیخ عبداللہ پہلی کتاب ہے جس میں مسلمانوں نے ہنود پر حملہ کیا۔ پھر اس کے بعد فریقین کیطرف سے طبع آزمائیاں ہولی گئیں۔ تحریر غیر مہذبانہ کے ہم بھی خلاف ہیں۔ اور جو ایسا کریگا وہ ناشائستہ سمجھا جائیگا ہنگالی گلوچ اور تحریر غیر مہذبانہ دلیل ہے عجز و زبونی کی جس کے پاس دلیل قوی موجود ہے اسکو سخت زبانی سے کیا غرض۔ ستیارتھ پرکاش کے مقابلہ میں اگر معترض صاحب نور قادیانی و شعرا المجدد و شحنہ ہند میرٹھ وغیرہ کی گندہ تحریرات کو معائنہ کریں اور میزان انصاف میں تولیں تو اسلام ہی کا پلہ جھکتا ہو نظر آئے گا۔

---

# عجیب الخلقت

اس سے قبل اشاعت گذشتہ میں ہم لکھ چکے ہیں کہ اگر مرد مشرق میں ہو اور عورت مغرب میں اور وہیں بیٹھے بیٹھے دونوں کا نکاح ہو اور بعد نکاح ان میں کبھی ملاقات

کی نوبت نہ آئے اور حسن اتفاق یعنی قدرت الہی سے عورت کے بچہ پیدا ہو جائے تو امام اعظم اس مولود مسعود کو صحیح النسب قرار دیتے ہیں بلکہ تائید اس کی امام فخرالدین رازی نے بھی کی ہے جسکا حوالہ ہم پہلے دے چکے ہیں لیکن ایک بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر اس ولادت کے بعد زوجین باہم ملاقی ہوں اور خاوند اپنی بی بی سے معترضانہ یہ کہے کہ نیکبخت بینی و بینک بعد المشرقین بلا وساطت میری یہ بچہ تو نے کسطرح پر پیدا کر لیا۔ اور بی بی اس کا یہ جواب دے کہ میاں جسطرح مرغی خاکی انڈے دیتی ہے اسیطرح مینے بھی پیدا کیا تو کیا اس کے شوہر کی تسلی اس جواب نامعقول سے ہو جائے گی؟ کیونکہ ایسی ولادت قوانین قدرت کے بالکل خلاف ہے اور کیا ایسا عجیب الخلقت بچہ عجائبخانہ میں رکھنے کے قابل نہ ہوگا؟ مصنف کتاب عجائب المخلوقات کو بھی اگر اس مولود عجیب و غریب کا حال معلوم ہوتا تو وہ ضرور اس کی شان میں یہ کہتا

فتنہ حشر بھی جھک جھک کے قدم لیتا ہے
تم تو دو ہاتھ قیامت سے بھی بڑھکر نکلے

محمدی رسالے جو نیوگ کا بے سرا راگ الاپا کرتے ہیں دیکھیں اس مسئلہ کا جواب کیا تاویل کرتے ہیں۔

# حلال و حرام

درھم شاستر میں بھکش و ابھکش یعنی اشیاء خوردنی و ناخوردنی کی جو صراحت کی گئی ہے وہ باعتبار احکام طبی کی گئی ہے یعنی جن اشیاء کے خواص صحت بدنی یا عقل وغیرہ کے مضر ہیں یا جن جانوروں کے مارے جانے سے ہنسا ہوتی ہے ان کے کھانے پینے کو منع کیا گیا ہے۔ مثلاً گوشت و شراب وغیرہ وغیرہ لہسن و پیاز جسے محمدی لوگ جان سے زیادہ بڑی رغبت سے کھاتے ہیں شاستر آچاریہ نے بلحاظ انکے خواص ناقص و تعفن کے انکا استعمال ناجائز ٹھہرایا گیا۔ معتبر روایت ہے کہ محمد صاحب

نے بھی اسی خیال سے یہ حکم دیا تھا کہ کوئی شخص لہسن کھا کر مسجد میں نماز پڑھنے نہ آیا کرے۔ بمقابلہ اس کے جب ہم دین محمدی کی حلت و حرمت پر غور کرتے ہیں تو کوئی مستحکم قاعدہ اسکا ہمکو ایسا نظر نہیں آتا جسپر ہمکو عقلاً اس کے جواز یا عدم جواز پر اطمینان ہو کہ وہاں احکام طبی سے بحث ہے نہ عقل سے نہ انصاف سے فقط خدا کے حکم کا حیلہ شرعی ہے جو طبیعت چاہے وہ کھاؤ جسے جی نہ چاہے مت کھاؤ عجیب مذہب ہے کوئی قاعدہ کلیہ مقرر ہی نہیں اونٹ اور بگلے اور طاؤس وغیرہ کے گوشت کے خواص کتب طبیہ یونانی میں بھی صریح مضر لکھے ہیں مگر شریعت اسلام میں سب سے معظم چوپایوں میں چارپائی اور پرندوں میں پتنگ بچی ہے۔ غور کیا جائے تو چرند و پرند کا ایک بڑا حصہ حلال اور سودا کا یہ شعر شرع اسلام کے حسب حال ہے۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

# مردہ اور مردار دونوں ایک ہیں

عیسائی و مسلمان وغیرہ گوشت خور لوگ ویجیٹیرینز کی نسبت بنظر حقارت اکثر دال خور یا سبزی خور کہا کرتے ہیں یعنی اپنے ذہن میں انکو بہت ہی ذلیل و بے حقیقت سمجھکر تحقیراً ان الفاظ کا استعمال انکی نسبت کرتے ہیں معنی ان کے کچھ ناقص نہیں اور خطاب صحیح ہے الا چونکہ منشا متکلم کا خاص دلآزاری مخاطب کی جانب طرز کلام سے ہویدا ہوتا ہے بناء علیہ اگر بمقابلہ اس کے سبزی خوار بھی گوشتخوار لوگوں کی نسبت مردار خور کا لفظ استعمال کریں تو چنداں قباحت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ مردار کا لفظ مشتق ہے لفظ مردہ سے۔ مردہ کے معنی ہیں مرا ہوا الف رے حاصل مصدر کے معنی دیتی ہے جسطرح رفتہ گفتہ سے رفتار گفتار پس اس حساب سے مردار کا لفظ بھی کچھ ایسا

ناموزون نہیں اصطلاحاً عام محاورہ کی رو سے مردار اسکو کہتے ہیں جس جانور کو شرع اسلام کے مطابق ذبح نہ کیا جائے اور کلمہ اسپر نہ پڑھا جائے یہی سبب ہے جو لفظ مردار کو نفرت انگیز قرار دیا گیا ہے۔ ورنہ یہ امر تو اظہر من الشمس ہے کہ زندہ جانور کو کوئی نہیں کھاتا شیر وغیرہ درندے اور شکاری پرندے مثل باز بحری وغیرہ اور خود انسان اول جانور کو مار کر ہی اس کے بعد اس کو کھاتے ہیں۔ اگر کسی شخص کو قتل کر دیا جائے اور ایک شخص اپنی اجل طبعی سے مر جائے تو ان دونوں کی نعش کو بلفظ نعش ہی موسوم کریں گے نہ کہ مقتول کے اور اور مہلوک کے لئے اور کچھ کہیں غرضیکہ جو مر گیا اور جو مارا گیا دونوں عرده یا مردار ہو چکے۔ پس گوشتخور لوگوں کو لفظ مردار کا برا نہ ماننا چاہئے عجیب بات ہے کہ انسان کا مارا حلال اور خدا کا مارا حرام سمجھا جاوے۔ جب ہی یہ مثل مشہور ہے کہ "ملاں کی ماری حلال"

---

# ریویو

رپورٹ کنیا مہاودیالہ جالندھر شہر بابت سمت ۱۹۶۷ بکرمی بزبان اردو منجانب شریمان لالہ جیٹھامل جی بی اے۔ منتری شائع ہو کر بغرض ریویو دفتر ہذا میں موصول ہوئی ہے یہ ودیالہ سال گذشتہ سے مہاودیالہ کے درجہ تک پہونچ چکا ہے۔ کارکنان پبلک کے خاص شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اپنی لگاتار کوشش اور محنت سے ودیالہ کو اس معراج پر پہونچایا ہے جس کو بہت جلدی کنیا گوروکل کا رتبہ ملنے والا ہے۔ نیز وہ دن بھی عنقریب آنیوالا ہے جبکہ انسٹیٹیوشن کا تمام کام استریوں کے ہاتھ میں چلا جائے گا۔ رپورٹ کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ ہر ایک شعبہ میں زیادہ تر استریوں اور کنیاؤں کا ہاتھ اور دماغ کام کرتا ہے۔ معاملات انتظام تعلیم۔ علاج معالجہ وغیرہ میں کام کا معقول حصہ دیویوں کا ہے۔ کمیٹی سبھا میں ۹ استریاں ہیں جن میں سے ۳ پربندھ کرتری سبھا میں بھی ہیں۔ تعلیمی سٹاف میں ۶ ... سبھا سد ... انکا

ہے۔ ماسوا اس کے شریمتی ساوتری دیوی جی کھم اودھیاپکا اور شریمتی بالی جی کا نمونہ آنریری سیوا کا بھاؤ کنیاؤں اور دیویوں کے دلوں میں پیدا کر رہا ہے چنانچہ اسوقت بھی سات دیویاں تعلیم وغیرہ ذمہ واری کے کاموں میں مفت سہایتا دے رہی ہیں سال زیر رپورٹ میں کنیاؤں کی تعداد ۲۴۷ ہے جس میں آشرم باسی ۶۲ اودھوا بھون ۱۵ اناتھ آلہ ۱۸ شہر ۱۵۲ شہر میں کنیا پاٹھ شالاؤں کی تعداد کو گھٹنے سے لوکل تعداد کم ہے (۳) ودیالہ میں ۱۲ جماعتیں ہیں۔ اور گیارہ تنخواہ دار۔ چار آنریری ادھیاپک ادھیاپکائیں ہیں ایک درزی بھی ہے۔

اس سال سٹاف میں ایک قابل قدر اضافہ بھگت رمل دیو جی کا جو سچے معنوں میں آریہ اور ویدک دھرم کے عامل ہیں تقرر ہے جس سے وہ کمی پوری ہو جاوے گی جو پنڈت دیوی دیالو جی کے سبکدوش ہونے سے واقعہ ہوئی تھی۔ پنڈت دیوی دیالو جی کے علاوہ لالہ لابھ رام جی کی مرتیو ایک خاص قابل افسوس واقعہ ہے جو ودیالہ کے پربندھ کرتا تھے۔

(۴) ودیالہ کی تعلیمی حالت قابل تسلی ہے۔ سنسکرت، آریہ بھاشا۔ انگریزی۔ ریاضی تاریخ جغرافیہ۔ ڈرائنگ۔ سینا پرونا۔ مٹی کا کام ان سب کے علاوہ دھرم شکشا ایک خاص مضمون ودیالہ کی خصوصیت کا باعث ہے امتحان کے نتائج بہت اعلیٰ ہیں چنانچہ سال ہذا میں کالج ۲/۲ ا ی ۲/۲ مڈل ڈیپارٹمنٹ ۵/۵ پرائمری ڈیپارٹمنٹ ۵/۵ لوئر وابجد خوانان ۵۴/۶۹ پاس ہوئیں مڈل وہائی کلاسوں کے ممتحن باہر سے مقرر ہوتے ہیں فن تقریر سیکھنے کیلئے مڈل انٹرنس کالج کلاس کی کنیاؤں نے ڈیبیٹنگ کلب بنائی ہوئی ہے

(۵) آمدنی خرچ۔ یکم لساکھ سمت ۱۹۶۶ کو بقایا ۔۔۴۔۷۴۷۔ ۱۳ تھا سال کے اندر ۴۔۸۔۷۔۱۱۱۱ آمدنی ہوئی اور ۔۔۱۔۔ ۱۲۷۶۹ خرچ ہوا گویا ۸۔۔۸۔۔ ۶۶۱ اخراجات ۲ اور یکم لساکھ سمت ۱۹۶۷ کو ۴۔۔۱۱۔۔ ۱۲۰۸۵ بقایا نکلا جس میں ۹۔۔۳۔۔ ۸۲۱۷ وظائف و دیگر فنڈات انعام وغیرہ کا الگ روپیہ ہے جسکا صرف سود استعمال ہو سکتا ہے اس سال فراہمی چندہ میں کوئی کوشش نہیں ہوئی۔ لالہ دیو راج جی نے برت دھارن کیا کہ ہر روز دس آدمیوں سے مانگے بغیر بھوجن نہیں کریں گے۔ چنانچہ وہ دو ماہ تک برابر اسیطرح بھکشا کرتے رہے اور نئی عمارت کے لئے شہر سے معقول رقم جمع کی

# گئو کی طرف سے

گوپال کرشن اتیری دوہائی ہے تُنے خبر
چرواہے بنکے پھرتا جنگل میں جنکے ساتھ
تو پالتا تھا جنکو بہت پریم پریت سے
تو جن کی پرورش کو سمجھتا تھا اپنا دھرم
نام و نشاں رہیگا نہیں نسل کا کہیں
سیوا اگئو کی فرض تمہارا مدام ہے
تیر و کماں سے کام جو کرتا تھا تو کبھی
راجہ دلیپ اور کہاں لبوا متر ہیں!
ہیں مذہبی سبھائیں تو بھارت میں سینکڑوں
بد ہواؤں اور اناتھوں کا کچھ ہے تو خیال ہے
جملہ عوارضات کے بیشک طبیب ہیں
اور سے کے گھاؤ کے لئے سرجن ہزار ہیں
گاجر کی اور مولی کی صورت ہیں کاٹتے
آتی ہے عید اونکی مگر بے خطا ہمیں
ہو سکتا ایسا حکم خدا کا کبھی نہیں
دیکھو گے مانس بکتا ہمارا گلی گلی
لیکن نہ رحم آئیگا او سنگدل تمہیں
قصاب کی دوکان پہ ہم ہیں ٹنگے ہوئے
پھل پھول غلہ دودھ مٹھائی ہزار ہوں
ہمکو چھری سے کرتے ہو صد حیف نیم جاں
کیسا غضب ہے کہ اپنے سوئی بھی نہ چبھنے دو

پروردہ تیرے آج ہیں خنجر کی دھار پر
ذبح کرنے سے نہیں اُنکے رہا حذر
کھاتے ہیں اہلِ ملک تیرے اُنکو کاٹ کر
بے رحم ہاتھ اُنکا اُڑاتے ہیں آہ سر
ارجن! ہماری سُدھ نہ ابھی تو نے لی اگر
یہ اپنے جانشینوں کو سمجھاوے زود تر
اب ناوکِ زباں سے اُسے جلد پورا کر
رکھشک رہے ہمارے جو دنیا میں عمر بھر
افسوس لیڈروں کو توجہ نہیں اُدھر
لیکن ہمارے حال سے رہتے ہیں بے خبر
لیکن مرض کا اپنے نہیں کوئی چارہ گر
زخم دروں کا کوئی نہیں دیکھتا ڈاکٹر
اس درجہ بے زبانوں کی حالت ہوئی بتر
ہیں سینکڑوں تراشتے بے خوف و بے خطر
جس دین کا اصول یہ ہو اس میں ہے کسر
بازار اور میلوں میں جاوگے تم جدھر
ہرگز نہ آنسوؤں سے کبھی ہونگے آنکھ تر
کیا روز جاتے آتے نہیں پڑتی ہے نظر
بے گوشت کے ہمارے نہیں ہوتی ہے گذر
تکلیف تم اُٹھا نہیں سکتے ہو لحظہ بھر
تیغ ستم لئے چیرو ہمارے دل و جگر

میٹھا لذیذ دودھ ہیں دیتے جہاں کو ہم
اولاد کو ہیں چھوڑتے کھیتی کیواسطے
سٹا کو یہ بچار بھی ہے تمکو یا نہیں ؟
بے وجہ کیلئے ہے یہ جور و جفا بھلا
اے ظالمو! ہمارے نہ سینہ میں تیغ دو
منشا نہیں ہے یہ کہ ہمارے لئے لڑو
باہم ہو خواہ کتنا ہی مذہب کا اختلاف
مت بھید اور باتوں میں گر ہے تو رہنے دو
ہتیا گئو کی ہندو مسلمانوں کو بُری
نقصان اور نفع کا کرلو ذرا حساب
چمڑے سے اور گوشت سے ہوتا ہے کیا وصول
سب اتفاق سے کرو قائم گئو مشن
مانے اگر دلیل و حوالے سے وہ منا

صحرا کی دوب کھا کے کیا کرتے ہیں بسر
جو روز بوجھ ڈھوتے ہیں اور کرتے ہیں سفر
محسن کشی کا پاپ ہے پالوں ہیں سخت تر
ہمسے کسیکو بھی تو پہونچتا نہیں ضرر
مانند شیر ہم تو نہیں موذی جانور
آپسمیں جملہ دین رہو شیر اور شکر
گائے کو نہ ماریں گے یہ کھاؤ قسم مگر
اس بارہ میں نفاق نہ مطلق ہو بھول کر
سود و زیاں کا دونوں پہ ہے ایک سا اثر
مرنے میں ہے کہ زندگی میں لابد بیشتر
گائے کی نسل و شیر سے ملتا ہے کتنا زر
پھر کٹ مندی کرے یہ بچار در بدر
رکھشک بنا و اس کو جو بھکشک ہے سارا گھر

دیکھو خدا کی طرح اہنسا گئو کی تم
مانا ہمان اسکو سمجھتے ہو سچ اگر

# اپیل نمبر

ایک عرصہ سے کنیا مہاودیالہ جالندھر کے ادھکاری ودیالہ کے لئے ایک مناسب عمارت کی ضرورت کو بڑے زور کیساتھ محسوس کر رہے تھے۔ وہ دیکھتے تھے کہ ودیالہ اپنی موجودہ حالت میں دلیش کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے میں قاصر ہے۔ اب کے موجودہ کرایہ کے مکان کنیاؤں کی دن بدن ترقی پذیر تعداد کے لئے ناکافی ثابت ہو رہے ہیں۔ آشرم میں پرویش کے لئے آئے دن سینکڑوں درخواستوں کو جگہہ کی قلت کے باعث نامنظور کرنا پڑتا ہے جس سے نہ معلوم کتنے والدینوں کو سخت مایوسی کا منہ دیکھنا پڑتا ہوگا۔ اور کتنی ہونہار ودیارتھیاں ودیا روپی امرت سے محروم رہجاتی ہونگی ان تمام حالات کی وجہ سے ایک سال کا عرصہ گذرا کہ ایک نئی عمارت کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا تھا جس میں کہ ودیالہ اور کنیا آشرم ودیا بھون دانا تھ آلہ کی چھ سو آشرم واسی کنیاؤں کے لئے انتظام ہوگا جو قریباً ۲ ایکڑ کا وسیع قطعہ زمین اس مطلب کے لئے حاصل کیا گیا تھا اور جسپر کہ عمارت بن رہی ہے شہر سے قریباً ایک میل کے فاصلہ پر جانب شمال برلب سڑک ٹانڈہ متصل ریلوی تالاب واقع ہے اس قطعہ کی مندرجہ ذیل خصوصیتیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں

(۱) یہ نہ تو شہر سے بہت قریب اور نہ زیادہ دور واقعہ ہے۔

(۲) اس کا گرد و نواح اس قسم کا ہے جس سے کہ آبادی کے کسی وقت میں بھی اس کے قریب پہونچ جانیکا کوئی خدشہ نہیں ہے۔

(۳) زمین ریتلی ہونے کی وجہ سے ملیریا وغیرہ کا کوئی خطرہ نہیں ہے موجودہ ضروریات کو ملحوظ خاطر رکھ کر سب سے پہلے آشرم کی تعمیر کے کام کو ہاتھ میں لیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک ونگ کا نصف حصہ معہ ڈیوڑھی کے قریب الاختتام ہے اسوقت تک عمارت وغیرہ کے کام پر ۲۵ ہزار روپیہ سے زیادہ خرچ آچکا ہے اور صرف اسی ونگ کو تکمیل پر پہونچانے کے لئے ابھی بارہ ہزار روپے اور درکار ہیں۔ وقت ہے کہ

وہ لوگ جو کہ سمجھتے ہیں کہ سوسائٹی کی ترقی کا انحصار استری جاتی کے اودھار پر ہی ہے آنسہ کو چھوڑ کر روپیہ بہم پہنچانے پر کمربستہ ہو جاویں ورنہ اگر روپیہ کے نہ ہونے کی وجہ سے عمارت کا کام بیچ میں رک گیا تو یہ ہمیشہ کیلئے استری شکشا کے انوراگیوں کے دامن پر ایک بدنما دھبہ رہیگا۔ اوم شم

## نوٹ

جو صاحب روپیہ بھیجنا چاہیں وہ براہ راست سکرٹری صاحب کنیا مہا ودیالہ جالندھر شہر کے نام پر روانہ کریں۔

آپکا ــــــ سیوک
شیو رتن سنگھ کیمپ کنیا مہا ودیالہ جالندھر شہر

# خبریں

صوبجات متحدہ کی کونسل واضع قوانین کے گذشتہ اجلاس میں بابو گنگا پرشاد جی ورما ایڈیٹر ایڈووکیٹ لکھنؤ نے سوال کیا کہ آیا گورنمنٹ نے کوئی اس قسم کا حکم جاری کیا ہے کہ ملازمان گورنمنٹ آریہ سماج میں کوئی عہدہ نہ لیں۔ اسکا جواب گورنمنٹ کیطرف سے یہ دیا گیا کہ گورنمنٹ نے کوئی حکم نہیں دیا کہ اس کے ملازم آریہ سماج یا کسی اور مذہبی سوسائٹی میں بلا تنخواہ کام کرنے والے عہدے حاصل نہ کرنے پائیں۔

مسافر اگر نہیں نکلیگا۔ پنڈت بھوجدت کے ہتر ہتکاری نکالیں گے۔

لاہور کے مسلمان اخبار المجدد سے ڈھائی ہزار کی ضمانت مانگی گئی ہے وجہ یہ کہ اسنے سوامی دیانند جی مہاراج کی شان میں سخت فحش الفاظ کا استعمال کیا

۱۲ ستمبر ۱۹۱۰ء کو ڈاکٹر چرنجی جی بہار رواج کے استغاثہ کا فیصلہ ہو گیا مہاشہ دھرم کو پانسو روپیہ جرمانہ ہو کر ڈاکٹر صاحب کو دلایا گیا۔ اس مقدمہ سے علاوہ دیگر نتائج کے بڑا عمدہ نتیجہ یہ نکلا ہے کہ سچ بول کر کامیابی ہو سکتی ہے جسکو ڈاکٹر صاحب نے باوجود لوگوں کی تحریک کے درزہ